جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ

نگران
مولانا سید رشید میاں مدظلہ
مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

مئی
۱۹۹۵ء

ذی الحجہ
۱۴۱۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۳ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ ۔ مئی ۱۹۹۵ء شمارہ : ۸

مدیر

سید محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے . . . . سالانہ ۱۱۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات ... " ۴۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش . . . . . . " ۱۰ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ . . . . " ۱۶ ڈالر
برطانیہ . . . . " ۱۷ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ...... سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ .... ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور۔ کوڈ ... ۵۴۵۰۰ فون ۲۰۱۰۸۶ - ۲۰۹۰۵۲

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ———————— ۳
درسِ حدیث ———— حضرت مولانا سید حامد میاںؒ ———— ۶
سیرۃِ مُبارکہ ———— حضرت اقدس مولانا سید محمد میاںؒ ———— ۱۰
جمعہ کی حقیقت اور فضیلت ———— حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ ———— ۱۸
تذکرہ ٹیپو ———— مولانا سید محمود میاں ———— ۳۰
آہ اے مقصود میاں (نظم) ———— سید سلمان گیلانی ———— ۳۷
فضیلت کی راتیں ———— جناب مولانا نعیم الدین صاحب ———— ۳۸
میرا سلام لے جا ———————— ۴۴
فقہ حنفی اور اُسکی خصوصیات و اوّلیات ———— مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ———— ۴۷
دار الافتاء ———— مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ———— ۵۷
اخبار الجامعہ ———— محمد عابد متعلم جامعہ مدنیہ ———— ۶۱

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب حمیدی مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد۔یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

امابعد! آقائے نامدار حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہوتا ہے تو سارا بدن صحیح ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے خبردار وہ "دل" ہے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد بالکل بجا ہے اور اتنی بات تو ہر شخص جانتا ہے اور میڈیکل سائنس بھی اس پر متفق ہے کہ قلب اگر حسّی طور پر بیمار ہو جائے تو اس کا اثر پورے جسم پر پڑتا ہے اور جب وہ حسّی تکلیف دواؤں یا جراحت کے ذریعہ دُور کر دی جاتی ہے تو جسم بھی ٹھیک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

اُوپر ذکر کی گئی حدیث شریف میں قلب کی حِسّی بیماریاں مُراد نہیں ہیں بلکہ اس کی معنوی بیماریاں مُراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو معنوی امراض (کینہ، حسد، ظلم، غضب، لالچ، بغض وغیرہ) کے علاج کے لیے بھیجا ہے کیونکہ ان کا علاج انبیاء علیہم السّلام ہی بذریعہ وحی بتلا سکتے ہیں برخلاف حسّی امراض کے کیونکہ اُن کے علاج کی طرف بذریعہ مشاہدہ وحس ہر انسان راہ پا سکتا ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے بعثت لاتمم مکارم اخلاقکم میں اس لیے بھیجا گیا ہوں تاکہ تمہارے کریمانہ اخلاق کی تکمیل کر دوں۔ کیونکہ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل ہی کسی بھی معاشرہ کی سربلندی اور کامیابی کا زینہ ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کے بعد اُن کے وارثین علماء و صلحاء نے اس وراثت

کی حفاظت کی اور اس کی نشرواشاعت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ خیراً مگر موجودہ دور مادیّت کا دَور ہے کسی بھی انسان کی بلندی اور پستی کا معیار مادہ ہی قرار پاچکا ہے۔ لہٰذا اخلاقی قدریں پامال ہوگئیں۔ مذہب سے آزادی ضرورت تصوّر کی جانے لگی نتیجتاً ایک ایسا تباہ حال معاشرہ ظہور میں آگیا کہ اس کے تصوّر ہی سے انسانیت شرمانے لگی۔ ہر برائی خُوبی بن گئی اور اتنی پروان چڑھی کہ تعلیم کا حصّہ بن گئی آنے والی نسل کی تربیت انہی خطوط پر ہونے لگی۔ بالآخر وہ خرابی طبیعتوں میں رچ بس گئی۔ ملک میں تعلیمی انحطاط نے آہستہ آہستہ رشوت کو جنم دیا۔ رشوت خور اساتذہ اور امتحانی عملہ نے جانچ لیا کہ جس قدر تعلیمی انحطاط زیادہ ہوگا اسی قدر رشوت کا ریٹ بڑھے گا لہٰذا دانستہ طور پر تعلیمی انحطاط کی رفتار بڑھائی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ رشوت خور عملہ اور قبضہ گروپوں کی چاندی ہوگئی اور ایسے منظّم انداز میں اُنہوں نے قوّت حاصل کر لی کہ امتحانی مراکز میں حکومت بے بس تماشائی بن کر رہ گئی مگر گزشتہ دو تین سال سے لاہور ڈویژن کی سطح پر حکومت نے سنجیدگی سے قبضہ گروپوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی اور مختلف سینٹروں میں پولیس فورس کی فراہمی کے ساتھ ساتھ محکمہ تعلیم کے دیانتدار افسران و ملازمین کی خدمات حاصل کیں جن میں جامعات سے فارغ التحصیل علماء جو محکمہ میں ملازم ہیں کی خدمات نمایاں تھیں لہٰذا ان دینی مدارس سے فارغ التحصیل حضرات نے بلاخوف وخطر نگرانی کے فرائض انجام دیے اور بڑی سے بڑی رقم کی پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا لہٰذا کئی برس بعد مُلکی تاریخ میں لاہور ڈویژن کی سطح پر پہلی بار ایسے امتحانات ہُوئے کہ اُن میں نقل نہیں چل سکی اور اس کامیابی کا سہرا بجا طور پر دینی مدارس سے فیض یافتہ ملازمین اور دوسرے دیانتدار عملہ کے سَر ہے جو عام طور پر بلاواسطہ یا بالواسطہ علماء ہی سے وابستہ ہوتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ حکومت عُلماء کی مدد سے حاصل ہونے والی کامیابی کو سراہتے ہُوئے برملا اس کا اظہار کرتی، مگر حکومت کی جانب سے اس پر مکمّل خاموشی اختیار کی گئی تاکہ کہیں ڈھول کا پول ہی نہ کھل جائے۔ ہماری تو یہ تجویز ہے کہ جتنے کالج اور یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل طلباء ہیں سب کے لیے ایک لازمی کورس ترتیب دیا جائے جس میں اُن کو عملی واخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ مذہب کی تعلیم بھی دی جائے اور وہ طلباء یہ تعلیم وتربیت مدارس میں قائم عُلماء کے حلقۂ درس میں آکر حاصل کرنے کے پابند ہوں۔ بعد ازاں اُن کو سند جاری کی جائے اگر حکومت ہماری اس تجویز پر عمل کر لیتی ہے تو آنے والی نسل سے خیر کی اُمّید کی جاسکتی ہے، ورنہ تو کالجوں اور یونیورسٹیوں سے

پیدا ہونے والی فوج ظفر موج جو گل کھلا رہی ہے۔ وہ دُنیا سے مخفی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

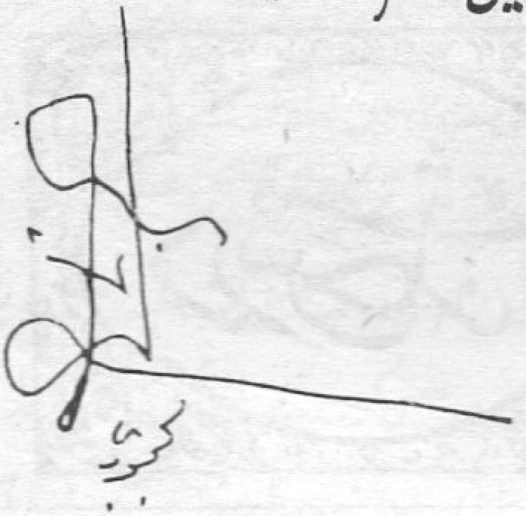

انتقالِ پُر ملال

گزشتہ دنوں ۳۱ مارچ بروز جمعہ جامعہ کے قدیم معاون جناب پیر منظور احمد صاحب گیلانی قضاء الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت ملنسار دریا دِل مہمان نواز اور مجلسی انسان تھے۔ سیالکوٹ کے مشہور سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ کے والد جناب پیر مشکور احمد صاحب گیلانی حضرت اقدس بانی جامعہ کے مرید خاص و جاں نثار تھے۔ اس خاندان کا قدیم سے علماء دیوبند سے گہرا عقیدت مندانہ تعلق رہا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور خصوصی عنایات فرماتے ہوئے اعلیٰ درجات نصیب فرمائے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اپنے آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(ادارہ)

بوالیٰ وصلِّ وسلِّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیرِ الخلق کلّہم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنہوں نے مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

خم و خمخانہ با مہر و نشان است   ہنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد وّآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

امّا بعد: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ، رواہ مسلم۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلذِّکْرِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُهٗ، فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، متفق علیہ۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِیْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ اِلَّا شَرَکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ

اللّٰهِ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ" رواہ البخاری و رواہ مسلم عن جابر[1]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو شخص اس حالت میں مرا کہ اُس نے نہ جہاد کیا اور نہ کبھی اس کے جی میں جہاد کرنے کا خیال آیا تو وہ ایک قسم کے نفاق پر مرا۔

حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہو کر کہنے لگے (یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ بتلائیے کہ) ایک شخص (دُشمن سے) لڑتا ہے مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے، ایک شخص لڑتا ہے اپنی شہرت اور اپنے چرچے کے لیے اور ایک شخص لڑتا ہے اپنی دھاک بٹھانے کے لیے تو اُن میں سے اللہ کے راستہ میں کس کی شرکت ہُوئی؟ آپ نے فرمایا جو شخص اس ارادہ سے جنگ میں شریک ہو تاکہ اللہ کا کلمہ ہی بلند رہے تو یہ شرکت اللہ کے راستہ میں ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم غزوۂ تبوک سے واپس آتے ہُوتے جب مدینہ طیّبہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا مدینہ طیّبہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جس قدر بھی تم چلے ہو اور جو وادی بھی تم نے قطع کی ہے، وہ تمہارے ساتھ رہے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک رہے ہیں۔ صحابہ کرام عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وہ تو مدینہ طیّبہ میں تھے (جہاد میں شریک ہی نہیں ہُوتے) آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ تھے تو مدینہ طیّبہ ہی میں لیکن اُن کو کسی عذر نے جہاد میں جانے سے روک دیا تھا۔

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جہاد پر بڑا زور دیا ہے اور مُسلمان کے لیے اس میں جو ثواب بتلایا ہے وہ بہت زیادہ ہے (آپ نے) ثواب بتلا کر ترغیب بھی دی، اور اسے ایمان کی کسوٹی بنا دیا۔

ارشاد فرمایا کہ جو آدمی ایسا ہو کہ کبھی اس کے دل میں خیال نہ آیا ہو کہ میں جہاد فی سبیل اللہ کروں، یہ خیال ہی کبھی نہیں آیا، نہ کبھی جہاد کیا نہ دِل میں خیال آیا تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آدمی ناقص الایمان ہے۔ یہ مکمّل ایمان والا ہے ہی نہیں۔ مَاتَ

---

[1] مشکوٰۃ ص: ۳۳۱،

عَلٰی شُعْبَۃٍ مِّنْ نِّفَاقٍ۔ نفاق کی ایک قسم ہے اُس کے اندر اگر وہ اسی طرح رہا، وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِہٖ نَفْسُہٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَۃٍ مِّنْ نِّفَاقٍ، تو اس کی موت جو ہو گی وہ گویا ایک قسم کے نفاق کی حالت میں ہو گی،

جہاد کیا ہے؟ اور جہاد ہے کیا؟ جہاد کا مطلب محض لڑنا نہیں ہے بلکہ کسی خاص غرض سے جہاد ہوتا ہے۔

ایک شخص نے آکر دریافت کیا کہ ایک آدمی لڑتا ہے اور نیت اُس کی یہ ہے کہ مجھے مالِ غنیمت ملے۔ ایک اور آدمی ہے اسکی (نیت) یہ ہوتی ہے کہ میرا چرچا ہو، بہت عُمدہ میدانِ جنگ کا نقشہ بنانا جانتا ہے لڑنا جانتا ہے مشہور ہو جائے یہ اُس کے دل میں خواہش ہے، وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُہٗ کوئی ایسے بھی ہوتا ہے کہ اس کا یہ مقصد بھی نہیں اور وہ مقصد بھی نہیں، وہاں چلا گیا اور اَب وہ پیچھے نہیں ہٹتا اور اپنا درجہ کہ میں کس درجے میں لڑ سکتا ہوں کتنا بہادر ہوں کتنا قوی ہوں۔ اس لیے وہ دکھانا چاہتا ہے اپنے آپ کو، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ یہ آدمی جو اپنی بہادری دکھا رہا ہے اور وہ آدمی جس کا منشا ہے کہ میں چاہے رہوں یا مارا جاؤں میرا نام تو ہو جائے گا۔ چرچا تو ہو گا اور وہ آدمی جو مالِ غنیمت کے لیے لڑ رہا ہے کہ لڑیں گے جیتیں گے، مال حاصل ہو گا، حصّہ ملے گا، کوئی بھی ان میں سے خُدا کی راہ میں نہیں، اس نے پُوچھا فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ان میں سے کون خدا کی راہ میں لڑ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا حقیقی مجاہد وہ ہے مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، اللہ کے دین کو بلندی نصیب ہو، وہ ہے (مجاہد) فی سبیل اللہ۔

اور یہ نیت رکھی اور دل میں حسرت ہوئی اور تمنّا ہوئی اور (پھر جہاد میں) نہ جا سکا اس میں کوئی اجر ہے؟ جیسے کہ اگر کسی آدمی کے دِل میں خیال ہی نہیں کہ مَیں جہاد کروں اور اُس کے بارے میں آپ نے فرمایا مَاتَ عَلٰی شُعْبَۃٍ مِّنْ نِّفَاقٍ تو کیا جو آدمی جا نہ سکتا ہو اور جی اُس کا چاہتا ہو۔ اس کے لیے کوئی اجر ہے؟ تو حضرت انس رضؓ اس کے راوی ہیں کہ ایک دفعہ ہم راستے میں آرہے تھے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مدینہ میں ایسے لوگ ہیں اِنَّ بِالْمَدِیْنَۃِ اَقْوَامًا مَاسِرْتُمْ مَسِیْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ۔ جہاں بھی تم چل رہے ہو

یا وادی قطع کر رہے ہو، راستہ طے کر رہے ہو۔ جہاں بھی پہنچ گئے ہو تم کو کہیں وہ لوگ مدینہ میں مگر تمہارے ساتھ ہیں اور یہ بھی آیا ہے اِلَّا شَرَکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ وہ اَجر میں تمہارے ساتھ شریک ہوں گے قَالُوْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَھُمْ بِالْمَدِیْنَۃِ ، اجر میں بھی شریک ہیں (حالانکہ) وہ یہاں آئے بھی نہیں۔ مدینہ ہی میں ہیں ارشاد فرمایا قَالَ وَھُوَ بِالْمَدِیْنَۃِ ہاں مدینے میں ہیں وہ، اور اجر مل رہا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے حَبَسَھُمُ الْعُذْرُ کہ وہ معذور ہیں، کوئی وجہ ہو گی، پریشانی ہے، کوئی بیماری ہے جی چاہتا ہے، نہیں جا سکتا جی چاہتا ہے سواری کا انتظام نہیں خرچے کا انتظام نہیں جی اس کا چاہتا ہے تو ارشاد فرمایا کہ وہ بھی تمہارے ساتھ ہی ہے اور ان کو بھی ثواب اسی طرح مل رہا ہے جیسے کہ تم حاصل کر رہے ہو۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جیسے اس شخص کے بارے میں بتلایا کہ جو کبھی جہاد کا خیال نہیں کرتا کہ وہ بہت غلط راہ پر ہے اس طرح اس کو بھی بتایا کہ یہ ثواب میں شریک ہے کیونکہ اس کے دِل میں یہ ہے کہ ایسے کروں، ایسے کروں۔ مجبور ہے کہ وہ نہیں کر سکتا۔ ایسی مجبوری کی حالت میں اللہ تعالیٰ اس کو اَجر دیتے ہیں تو مطلب یہ ہُوا کہ ہر آدمی کو جہاد کے لیے تیار رہنا چاہیے اور جہاد کرنا چاہیے اور یہ ایک فرض تھا اور فرض ہے ایسا کہ جب اس کام میں اُمّت لگے گی تو غلبہ حاصل کرے گی اس قسم کا فرض ہے کہ جب اس کام میں اُمّت لگتی ہے تو وہ کامیاب ہوتی ہے جہاں ایسا موقع ہو اور جہاں ایسی چیز ہو وہاں اُن کو اللہ تعالیٰ کامیابی بخشے گا آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ تمام چیزیں بتلا دی ہیں اور فرض بتا دیئے ہیں نیّتیں بتا دی ہیں کس طرح اور کیسے کام کرنا چاہیے وہ بتا دیا ہے۔

جہاد ایک جان دینے کا سودا ہے، یا بچی یا گئی جو بھی صورت ہو مگر یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ایسا اَجر رکھ دیا ہے رہی نیت تو نیّت بتلادی کہ صحیح ہونی چاہیے اتنا بڑا کام ہے آخر اس کی کوئی نیّت بھی تو بتائی ہے اور وہ جو نیّت بتلائی ہے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وہ یہ ہے۔

یہ بھی ہے اس میں کہ اگر کوئی آدمی نہیں جا سکا اور دوسرے ساتھی گئے تو اُن کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنا اور بِخَیْرٍ یعنی بُری نیت سے نہ ہو بِخَیْرٍ اسی نیّت سے ہو کہ اللہ راضی ہو جائے۔ باقی کوئی اور نیّت نہ ہو۔ مَنْ جَھَّزَ غَازِیًا خود نہیں جا سکا، مگر اُس نے سفر کا سامان کر دیا یہ بھی ایک شکل ہے جہاد کی تو ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو بھی ثواب ملے گا، لیکن اگر کسی نے نہ یہ

(قسط: ۳۲)

نماز با جماعت

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؐ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف
سیرۃ مبارکہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

عبادت ۔ عربی لفظ ہے جس کا ترجمہ پُوجا کیا جاتا ہے ۔ اس کی حقیقت ہے ۔ غایۃ التذلل یعنی انتہا درجہ عاجزی ۔ بے چارگی ۔ بے بسی ۔ اسی کے اظہار کو عبودیت کہتے ہیں ۔ اپنے مالک اور خالق کے سامنے اپنی بے بسی اور عاجزی کے اظہار کے لیے جماعت[1] کی ضرورت نہیں ، بلکہ گوشۂ خلوت کی ضرورت ہے کیونکہ پُر کیف اور اور پُر خلوص وہ عاجزی ہوتی ہے جو تنہائی میں ہو جہاں بندہ تصورِ معبود میں غرق ہو ۔ معبود اور مالک کے سوا کسی کا وجود تو کیا کسی کا تصوّر بھی نہ ہو ۔ اسلام نے اس کو تسلیم کیا ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۔ سورہ ۷ الاعراف آیت ۵۴

پُکارو اپنے رَب کو عاجزی کرتے ہُوئے (گڑگڑاتے ہُوئے) پوشیدہ طور پر

دوسرے موقع پر ارشاد ہے ۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ ۔ تا ۔ من الغافلین (سورہ ۷ الاعراف آیت ۲۰۵)

یاد کر اپنے رب کو دِل ہی دِل میں عاجزی اور نیازمندی کے ساتھ ڈرتے ڈرتے اور زبان

---

[1] فرائض کے علاوہ نوافل میں سُنّت یہی ہے کہ اپنے مکان میں پڑھی جائیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ افضل کیا ہے ۔ مکان میں یا مسجد میں ، ارشاد ہُوا ۔ تم دیکھتے ہو میرا مکان مسجد سے کتنا قریب ہے اس کے باوجود اپنے مکان میں نماز پڑھوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بمقابلہ مسجد میں نماز پڑھنے کے اِلّا یہ کہ فرض نماز ہو ۔ (ابن ماجہ) ارشاد ہُوا مکان میں نماز پڑھنا نور ہے لہٰذا اپنے مکانات کو منوّر کرو ۔ (ابن خزیمہ) ارشاد ہُوا کچھ نمازیں ۔ (نفلیں) گھروں میں پڑھا کرو ۔ اپنے مکانات کو قبریں نہ بنالو ۔ (بخاری شریف وغیرہ) ایک ارشاد یہ ہے کہ جہاں لوگ نماز پڑھتے ہُوئے دیکھیں (مثلاً مسجد) ایسی جگہ نماز پڑھی جائے اسکے مقابلہ میں گھر میں نماز پڑھنے کی وہی فضیلت ہے جو فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر ہے ۔ ترغیب ترہیب (بحوالہ بیہقی)

سے بھی آہستہ آہستہ بغیر پکارے صبح شام اور ایسا نہ ہو کہ تم اُن میں ہو جاؤ جو غافل رہتے ہیں۔

لیکن جس طرح اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے عبادت کو مکمّل کیا۔ مثلاً پہلی اُمّتوں میں کسی اُمّتوں میں کسی اُمّت کی نماز میں صرف سجدہ ہوتا تھا۔ رکوع نہیں ہوتا تھا۔ کسی اُمّت کی نماز میں صرف قیام ہوتا تھا۔ کھڑے کھڑے دُعائیں پڑھا کرتے تھے، نہ سجدہ کرتے نہ رکوع، مگر محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ جس نماز کی تعلیم دی گئی اس میں قیام اور قعدہ بھی ہے اور سجدہ اور رکوع بھی۔ پھر جس طرح ظاہری ارکان کے لحاظ سے مکمّل ہے۔ معنیٰ کے لحاظ سے بھی مکمّل ہے کہ سب سے پہلے اَللّٰہُ اَکْبَر کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت کا اقرار۔ پھر اس کی حمد[۱] و ثنا، اور اس کے ارشادات[۲] اور آیات الٰہیہ کی تذکیر۔ پھر جملہ نقائص سے اس کی پاکی اور عظمت[۳] اس کی پروردگاری اور بلندی و برتری کا اعتراف اور اس بات[۴] کا اظہار کہ وہ حمد کرنے والوں کی حمد سُنتا ہے۔ پھر بارگاہِ ربّ ذوالجلال میں تعظیمات[۵] کی پیش کش۔ اس کے رسُول پر درود و سلام۔ پھر اپنے لیے دُعا۔

---

[۱] سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض یا واجب ہے جس کے شروع میں ہے۔ الحمد للّٰہ رب العالمین الرّحمٰن الرّحیم۔ مالک یوم الدّین اور اس سورت کی اہمیّت یہ ہے کہ حدیث میں اس سورت کو نماز سے تعبیر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصفا نصف تقسیم کر دیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ مانگتا ہے (تقسیم کی تفصیل یہ ہے) کہ بندہ کہتا ہے۔ الحمد للّٰہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری حمد کی۔ پھر بندہ پڑھتا ہے الرحمٰن الرحیم تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری ثناء کی پھر بندہ کہتا ہے مالک یوم الدّین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری عظمت بیان کی۔ پھر بندہ کہتا ہے ایّاک نعبد و ایّاک نستعین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے اور میرے درمیان مشترک ہے اور بندہ کی درخواست منظور ہے۔ پھر بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بندے نے اپنے لیے درخواست کی ہے اُس کی درخواست منظور ہوگی۔ مسلم شریف ص۱۷۰ ج۱

[۲] سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن پاک کا کچھ حصّہ پڑھنا ضروری ہے۔ قرآن پاک میں احکام بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور توحید و رسالت کے دلائل بھی۔ مشاہدات یا تاریخی واقعات کے ذریعہ پیش کیے گئے ہیں۔

[۳] سبحان ربی العظیم رکوع میں ... سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ۔

[۴] رکوع سے کھڑے ہوتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ (وہ اس کی سُنتا ہے جو اس کی حمد کرتا ہے۔

[۵] التحیات للّٰہ والصّلوٰت۔

اس ظاہری اور معنوی تکمیل کے ساتھ ایک خصوصیت یہ ہے کہ انفرادی عمل کو اجتماعی عمل بنایا گیا اور جو کام الگ الگ کرنے کا تھا اس میں سب کی شرکت لازم کر دی گئی۔ یعنی پانچ وقت کی نمازیں جن کا پڑھنا ہر ایک عاقل بالغ مسلمان کے لیے ہر حالت[1] میں ضروری ہے۔ جن کو فرض کہا جاتا ہے، ان کے متعلق نہایت تاکید[2] سے حکم ہوا کہ سب مِل کر ایک ساتھ پڑھیں ایک پڑھانے والا ہو (امام) باقی سب اس کی پیروی کرنے والے (مقتدی)

اس جماعت کا ایک مرکز[3] ہونا چاہیے جس کو "مسجد" کہا جاتا ہے۔ پنج وقتہ نمازوں میں ایک مخصوص اور محدود حلقہ (مثلاً محلّہ) کے خدا پرستوں کا اجتماع ہونا چاہیے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ اس سے وسیع پیمانہ پر اور اسلامی تہوار یعنی عید بقرعید کے موقع پر اس علاقہ کے تمام حلقوں کا مشترک اجتماع۔ آبادی سے باہر کسی وسیع مقام پر ہونا چاہیے۔

جماعت کے فوائد

بیشک بندہ اور خدا کے درمیان جو تعلق اور رشتہ ہے اس کے تسلیم کرنے اور اس کو بروئے کار لانے کے لیے مظاہرہ کی ضرورت نہیں ہے، مگر یہ تو ضروری ہے کہ بندگانِ خدا میں یادِ خدا کا جذبہ پیدا ہو۔ خدا پرستی کا رواج ہو، پرستش حق کی فضا بنے۔ اللہ تعالیٰ کا نام کھلم کھلّا لیا جائے۔ اُس کی عظمت و معبودیت کی شان دکھائی جائے۔ تاکہ جو خدا کو بھولے ہوئے ہیں اُنھیں اللہ یاد آئے، جو اپنے رب سے ٹوٹے ہوئے ہیں وہ اپنا رشتہ رب

---

[1] مسافر ہو یا مقیم، بیمار ہو یا تندرست۔ [2] اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات آگے آئیں گے، (انشاء اللہ) یہاں قرآن پاک کے اسلوب سے سبق لیجیے۔ قرآن پاک میں جہاں نماز کا حکم ہوا ہے۔ عموماً جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ حافظوا علی الصلوات والصّلوٰۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین۔ سورہ بقرہ آیت ۲۳۸۔ اقیموا وجوھکو عند کل مسجد سورۃ ۷ اعراف آیت ۲۸ یاایھا الّذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا سورۃ ۲۲ حج آیت ۷۷، وغیرہ ذلك۔ نیز صلّوا (نماز پڑھو) کے بجائے جگہ جگہ اقیموا الصّلوٰۃ ارشاد ہوا ہے۔ اقامۃ الصّلوٰۃ یہی ہے کہ نماز ایسی شان سے پڑھی جائے کہ دینداری اور خدا پرستی کی فضا بنے۔ کلمۃ اللہ سر بلند ہو۔ شانِ حق نمایاں ہو۔

[3] قرآن حکیم نے اس مرکز کو یہ اہمیت دی کہ ستر پوشی کا حکم دیا تو نماز کو مسجد سے تعبیر کیا۔ ارشاد ہے۔ خذوا زینتکو عند کل مسجد۔ سورۃ ۷ الاعراف آیت ۳۰ (لے لو اپنی آراستگی مسجد کے وقت (یعنی ہر نماز کے لیے وقت) یعنی باقاعدہ نماز وہی ہے جو اس طرح ہو کہ آپ آراستہ ہو کر مسجد میں جائیں

سے جوڑیں۔ ظاہر ہے یہ مبارک مقاصد اجتماع[1] کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔

تعلیم و تبلیغ اور اصلاح کے نقطۂ نظر سے فائدہ یہ ہے کہ دوسروں کو ترغیب ہوتی ہے، شہری زندگی میں خدا پرستی کا رواج ہوتا ہے اس کا شوق بڑھتا ہے۔ معاشی اور سماجی لحاظ سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مِل جل کر کام کرنے کا تصوّر پیدا ہوتا ہے۔ تعاون اشتراکِ عمل کی رسم پڑتی ہے اور جب "ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں محمودؔ و ایاز" تو اُخوت اور مساوات بھی نظریہ کی حد سے آگے بڑھ کر میدانِ عمل میں جلوہ گر ہوتی ہے اور جب ایک صف میں کندھے[2] سے کندھا ملا کر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں کہ نہ کوئی آگے نکلا ہوا ہو نہ کوئی پیچھے ہٹا ہو۔ ہر ایک کا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنہ کی سیدھ میں ہو اور یہ سب خواہ اُن کی تعداد لاکھوں ہو، ایک ہی امام کی آواز پر کبھی ہاتھ کانوں تک اُٹھائیں کبھی ہاتھ باندھ لیں، کبھی سیدھے کھڑے ہوں کبھی ایک ساتھ جُھک جائیں، کبھی زمین پر ماتھے رکھ دیں۔ کبھی دوزانو بیٹھ جائیں تو ایک عسکری تربیت اور فوجی نظم و ضبط کی شکل رونما ہوتی ہے۔ غرض اس طرح کے بہت سے فائدے، وجود پذیر اور ظہور فرما ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جب مدینہ میں آزاد فضا میسر آئی اور یہ موقع مِلا کہ اللہ کا نام کھلم کھلا لیا جائے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جماعت کو لازم[3]

---

[1] امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس اجتماع میں ایک وحدت تسلیم کی کہ امام کو اصل قرار دیا اور مقتدیوں کو اس کا تابع قرأت فاتحہ اور قرأتِ قرآن کا فریضہ امام ادا کرے گا۔ اس کی قرأت سب کی قرأت ہوگی۔ من کان لهٗ امام فقراءة الامام له قرأة (الحدیث)

[2] ارشاد خداوندی ہے۔ اِنّ اللہ یُحِبّ الّذِیْنَ (تا) مرصوص (سورۂ صف) اللہ تعالیٰ محبّت فرماتا ہے ان سے جو راہِ خدا میں اس طرح صف باندھ کر مقابلہ کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو۔ میدان جنگ میں یہ مقابلہ ظاہری دُشمن سے ہوتا ہے اور نماز میں یہ مقابلہ باطنی دُشمن یعنی شیطان اور شیطانی جذبات سے ہوتا ہے۔

[3] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ مَیں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں جمع کراؤں۔ پھر نماز پڑھنے کے لیے نماز کی اذان دے دی جائے تو کسی کو کہہ دُوں کہ وہ نماز پڑھائے پھر میں ان کے یہاں جاؤں جو جماعت میں حاضر نہ ہوں اور اُن کے گھروں کو آگ لگا دوں (بخاری شریف ص۸۹) اندازہ فرمائیے رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم (جو اہل ایمان کے حق میں ایسے رؤف رحیم ہیں کہ ہر وہ بات ان کو شاق ہوتی ہے جو مُسلمانوں کے لیے پریشانی کا سبب بنے) ترک جماعت پر اتنے ناراض ہوں، تو جماعت کتنی ضروری ہُوئی۔

قرار دیا۔ یہاں تک کہ حضرات صحابہ کا عام مذاق یہی بن گیا کہ جماعت کے بغیر وہ نماز کو جائز ہی نہیں سمجھتے تھے[1]۔ بیمار آدمی بھی ساتھیوں کے سہارے مسجد میں آتا اور جماعت میں شریک ہوتا تھا اور سُستی وہی کرتا تھا جس کے دل میں نفاق ہوتا تھا[2]۔ پھر شہر یا آبادی ہی نہیں بلکہ جہاں بھی تین مُسلمان ہوں اُن کے لیے یہی حُکم ہُوا کہ اگر وہ جماعت سے نماز نہیں پڑھتے تو اُن پر شیطان مسلّط ہو جاتا ہے[3] (کہ اُن کے مذہبی معاملات درہم برہم ہو جاتے ہیں اُن کا صحیح نظم قائم نہیں ہوتا)

اذان اسلام یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ مُسلمان سب کاروبار چھوڑ کر نماز اور مسجد کے لیے وقف ہو جائیں وہ جس طرح عبادت فرض کرتا ہے۔ ذرائع معیشت کی فراہمی کو بھی فریضہ قرار دیتا ہے اس نے جس طرح اہل وعیال کا نفقہ مربّی پر لازم اور واجب کیا ہے، ایسے ہی زکوٰۃ کو اسلام کا ایک رکن قرار دے کر آمدنی بڑھانے اور پس انداز کرنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے مگر جب ذرائع معیشت کے لیے کاروبار میں مشغولیت ضروری ہے تو نمازوں کی جماعتوں کے لیے کوئی ایسی صُورت ہونی چاہیے کہ معین وقت پر سب جمع ہو جائیں تاکہ اللہ کا فرض بھی ادا ہو اور دنیا کے کام بھی اطمینان سے ہوتے رہیں۔ صحابہ کرام اگرچہ اندازہ لگا کر جماعت کے وقت خود جمع[4] ہو جاتے تھے، مگر ظاہر ہے یہ جذبہ اور یہ شوق آئندہ نسلوں میں باقی رہنے والا نہیں تھا، چنانچہ جب جماعت کا سلسلہ شروع ہُوا تو کچھ دنوں بعد یہ سوال سامنے آیا۔ حضراتِ صحابہ نے مختلف تجویزیں پیش کیں۔ کسی نے ناقوس[5] کا ذکر کیا۔ کسی نے بُوق[6] کا۔ ایک صاحب نے تجویز پیش کی کہ آگ روشن کر دی جایا کرے۔ ناقوس کا رواج نصاریٰ میں تھا۔ بُوق (بگل) کا یہود میں اور آگ روشن کرنے کا مجوس (آتش پرستوں) میں یہ چیزیں علامت بن سکتی تھیں مگر ان میں یادِ خدا اور عبادت کی معنویت نہیں تھی۔ پھر ان سب فرقوں میں عبادتوں میں تحریف اور من مانی تبدیلی کے علاوہ شرک کی آمیزش بھی ہو چکی تھی، یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ عبادت (نماز)، جو تنہا خداء واحد کے لیے مخصوص ہو اُس کا

---

[1] قد روی عن غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم قالوا من سمع النداء فلم یجب فلا صلوٰۃ لہ (ترمذی شریف ص۳۱) [2] مسلم شریف ص۸۸ ج۱ [3] نسائی شریف باب التشدید فی ترک الجماعۃ۔ [4] بخاری شریف ص۸۵ [5] لوہے کی لمبی لٹکا دی جاتی ہے اسکو مونگری سے بجایا جاتا ہے، یہی ناقوس ہے۔ لوہے کے بجائے لکڑی کو اسی طرح استعمال کیا کرتے تھے۔ اس کی جگہ گھنٹہ نے لے لی ہے۔ اب گھنٹہ کو بھی ناقوس کہا جاتا ہے (المنجد) [6] بگل یا الگل کی طرح باجا۔

اعلان مُشرکانہ طرز پر ہو، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے کوئی تجویز بھی منظور نہیں فرمائی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ بلند آواز سے پکار دیا جایا کرے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ اس وقت یہ تجویز منظور کر لی گئی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ پکار دیا کریں[۱] لیکن یہ آخری یا قطعی فیصلہ نہیں تھا۔[۲]

صحابہ کرام جن کے دینی جذبات میں اُمنگ تھی اور یہی اُمنگ اُن کے تمام جذبات پر غالب آچکی تھی، ان کی طلب پوری نہیں ہوئی۔ اعلان نماز کے لیے مناسب طریقہ کی جستجو باقی رہی تو ایک شب میں[۳] متعدد صحابہ نے ایک خواب دیکھا ان میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن زید بن عبدِ رَبّہٖ کو یہ توفیق بخشی کہ وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواب بیان کی کہ کوئی شخص ناقوس بیچ رہا ہے میں نے اس سے قیمت معلوم کی۔ اس نے کہا کس کام کے لیے خریدتے ہو۔

---

[۱] بخاری شریف ص۸۵ فتح الباری ص۲۳ ج۲ [۲] علّامہ شبلی مرحوم نے اسی کو آخری فیصلہ سمجھا اور خواب کا واقعہ جو آگے آرہا ہے اس کی تردید کر دی صرف اس بناء پر کہ اُس کو بخاری نے بیان نہیں کیا، ہمیں نہایت اَدب سے یہ عرض کرنا ہے کہ علّامہ موصوف جیسے بلند پایہ ادیب اور مؤرخ تھے۔ کاش اسی درجہ کے محدّث بھی ہوتے تو یہ جرأت نہ کرتے کہ جس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد، دارمی وغیرہ اصحابِ سنن نے بیان کیا ہے اس کو اس کمزور اور رکیک علّت کی بناء پر رَد کر دیتے کہ بخاری نے بیان نہیں کیا۔ بخاری کا بیان کرنا حجّت تو ہوتا ہے، نہ بیان کرنا محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ علّامہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند کیا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان دیں، حالانکہ بخاری میں اذان کا لفظ نہیں ہے۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قم یا بلال فناد بالصلٰوۃ (ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: بلال! کھڑے ہو جاؤ نماز کی آواز لگا دو۔ نماز کی آواز لگانے یا نماز کے لیے نداء کا طریقہ خود بخاری نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ اَلصلٰوۃُ جامعۃٌ کہا جاتا تھا چنانچہ جب ایک مرتبہ سورج گہن ہوا تو الصلٰوۃُ جامعۃٌ پکار کر ہی لوگوں کو نماز کے لیے جمع کیا گیا تھا (بخاری ص۱۴۲) پس یہاں بھی ناد بالصّلٰوۃ کے معنی یہی ہیں کہ الصلٰوۃُ جامعۃٌ پکار دو۔ یہ شرف اللہ تعالیٰ نے حضرت الاستاذ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا کہ آپ مؤرخ بھی تھے اور بلند پایہ محدّث بھی آپ نے واقعات کی ترتیب اس طرح بیان فرمائی کہ وہ تمام تعارض ختم ہو گیا جس نے علّامہ شبلی کو یہاں تک پریشان کر دیا تھا کہ آپ نے صحاح کی حدیث کا انکار کر دیا۔

[۳] فتح الباری ص۶۲ ج۲۔

مَیں نے کہا کہ جماعت کا اعلان کیا کریں گے ۔ اس سبز پوش شخص نے کہا مَیں تمہیں اس سے بہتر صُورت بتاتا ہُوں ۔ جب نماز کا وقت ہو کوئی ایک شخص اس طرح پُکارا کرے[1]

اللّٰہ اکبر[2] اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ بہت بڑا ہے اللّٰہ بہت بڑا ہے

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ سب سے بڑا ہے اللّٰہ سب سے بڑا ہے ۔

اشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ ۲ مرتبہ ، مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللّٰہ کے سِوا کوئی معبود نہیں ۔

اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ۲ مرتبہ ، مَیں گواہی دیتا ہُوں کہ محمد (صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم) اللّٰہ کے رسُول ہیں ۔

حی علی الصّلوٰۃ ۲ مرتبہ ، آؤ نماز کے لیے آؤ

حی علی الفلاح ۲ مرتبہ ، آؤ فلاح حاصل کرنے کے لیے

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ۱ مرتبہ ، اللّٰہ بہت بڑا ہے اللّٰہ سب سے بڑا ہے ۔

لَا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ ۱ مرتبہ ، نہیں کوئی معبود سوائے اللّٰہ کے ۔

اس شخص نے یہ کلمات بتائے پھر فرمایا کہ تھوڑی دیر بعد جب جماعت شروع ہونے لگے تب بھی یہی کلمات کوئی ایک شخص[3] پُکارے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد دو مرتبہ یہ کلمات بھی کہے "قد قامَتِ الصَّلٰوۃُ" ۔ آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے اس خواب کو "رُویاء حق" فرمایا ۔ حضرت بلال رضی اللّٰہ عنہ بلند آواز تھے ۔ اُن کو حکم فرمایا کہ اذان پڑھیں اور حضرت عبداللّٰہ بن زید کو فرمایا کہ وہ بتاتے رہیں ۔

---

[1] ابوداؤد ترمذی، دارمی وغیرہ ۔ [2] ان کلمات کی ادائیگی خود عبادت ہے کیونکہ اللّٰہ اور رسول کا ذکر اور شہادتِ حق ہے یا نماز اور فلاح کی طرف بُلاوا ہے اچھے کام اور ابدی کامیابی کیلئے بُلانا بھی عبادت اور ثواب کا کام ہے معنی اور مفہوم کے لحاظ سے یہ چند کلمات اسلام کے تمام بُنیادی عقائد پر مشتمل ہیں سب سے پہلے اللّٰہ کی ذات وصفات ، پھر توحید ، پھر مسئلہ رسالت یعنی آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی نبوّت و رسالت پھر الصلوٰۃ یعنی اللّٰہ اور رسول کی اطاعت خاص طرز پر اور چونکہ آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی رسالت کی شہادت کے بعد اطاعتِ مخصوصہ (الصلوٰۃ) اور الفلاح کا ذکر ہے تو اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ اطاعت وعبادت اسی طرز پر ہو کہ جو محمد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے بتایا ہے ۔ اسی صُورت میں فلاح یعنی ابدی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے ۔ (واللّٰہ اعلم) [3] بہتر ہے کہ مؤذن ہی تکبیر پڑھے (ترمذی شریف)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اذان کی آواز سنی تو وہ دوڑے آئے۔ یارسول اللہ صلعم اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ یہی کلمات خواب[1] میں میں نے بھی سنے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[2]

فللّٰہ الحمد فذالك اثبت[3] الحمد للہ۔ اس سے اور زیادہ ثبوت مل گیا۔

❁*❁

بقیہ : درسِ حدیث

کیا نہ یہ کیا تو اَصَابَہُ اللّٰہُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ قیامت سے پہلے اس کو اللہ تعالیٰ کسی مصیبت میں شدید مصیبت میں گرفتار فرمائیں گے تو یہ جہاد ایسی چیز ہے کہ دین کے پھیلنے کا ایک ذریعہ ہے اور اس میں ہونا یہی ہے کہ اللہ کا دین پھیلانے کی نیت ہوتی ہے اور اگر دین پھیلانے کا جذبہ اس میں نہیں ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کا ایمان کمزور ہوگا فَھُوَ مِنْ نِّفَاقٍ

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔

❁❁❁

---

[1] اذان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت بھی ہے تو کلمات اذان کی تلقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نہیں ہوئی۔ حالانکہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات سُن چکے تھے (فتح الباری وغیرہ) بلکہ صحابہ کرام کے رویا صادقہ کو تلقین کا ذریعہ بنایا گیا اور اُن کی زبان سے کہلوایا گیا۔ اشھد ان محمدًا رسول اللہ یہ جو قرآن حکیم میں ہے رفعنا لك ذكرك (سورہ ۹۴ الانشراح) (ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا) تو اس سے زیادہ اور اس سے بہتر اس کا مشاہدہ کہاں ہو سکتا تھا۔

خوش تر آں باشد کہ سر دلبراں　گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

[2] صحابہ کرام کی خوابیں اُصولاً مشورہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اذان کی مشروعیت و مسنونیت ان خوابوں سے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد اور آپ کی تصدیق سے ثابت ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[3] ترمذی شریف ص ۲۶ ج ا۔

(قسط ۲؛ آخری) خطاب: ۱۹۷۰ء-۴-۱۸

"جمعہ" کی حقیقت اور فضیلت

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دار العلوم دیوبند
تبویب و تزئین: مولانا نعیم الدین صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

انسان کو جیسے اللہ نے مادی طور پر جامع بنایا، معنوی طور پر بھی جامع بنایا۔

انسان تمام انواع کمالات کا جامع ہے

جتنی کمالات کی انواع ہیں سب انسان میں موجود ہیں سب کے مادے اس میں موجود ہیں۔ یعنی مخلوقاتی کمالات جتنے ہیں وہ سارے نمونہ اس میں (ہیں)، اور خالق کے کمالات جتنے ہیں۔ ان کے نمونے بھی انسان میں موجود ہیں، مخلوقاتی نمونوں کو دیکھا جائے تو

انسان میں ساری کائنات کے نمونے موجود ہیں

علماء لکھتے ہیں کہ ساری کائنات کے نمونے اس کے اندر موجود ہیں، اس کے اندر زمین بھی ہے، اس میں آسمان بھی ہے، اس میں جمادات بھی ہیں، اس میں نباتات بھی ہیں، اس میں حیوانات بھی ہیں، اس میں بحریں بھی ہیں دریا بھی، ساری چیزیں انسان میں جمع ہیں۔

یہ اس کا بدن مُشتِ خاک ہے اسے تم زمین سمجھ لو اور زمین پہ جیسے نباتات اگتی ہیں تو اُس کے اُوپر رُواں اُگا ہوا ہے۔

جیسے دُنیا میں کہیں گھنے جنگل ہوتے ہیں، کہیں سیدھے کھڑے تو ہتھیلی کو دیکھو تو بالکل چٹیل میدان ہے وہاں کوئی چیز اُگی ہوئی نہیں، بدن کو دیکھو تو رواں اُگا ہوا ہے، سر کو دیکھو تو گھنا جنگل ہے، ڈاڑھی کو دیکھو تو وہ بھی ایک گھنا جنگل ہے اگر صفائی ستھرائی نہ کی جائے تو جنگل ہی جنگل نظر آتا ہے اس لیے شریعت نے بتلایا کہ اس کی دُرستگی کرو، صفائی کرو، ستھرائی کرو تو اس میں نباتات

بھی ہیں۔

پھر جیسے نباتات میں جنگلوں میں جاندار پیدا ہوتے ہیں تو اس میں بھی سروں کے اندر جوئیں بھی پڑ جاتی ہیں وہاں نباتات میں گھوم رہے ہیں۔ نباتات کے اندر حیوانات بھی ہیں، پیٹ کے اندر جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں پیٹ میں، انہیں دواؤں سے نکالا جاتا ہے تو انسان کے اندر زمین بھی ہے نباتات بھی ہیں اور اس میں حیوانات بھی پیدا ہو رہے ہیں۔

اور جیسے زمین میں پیدا ہونے والے حیوانات پیدا ہوتے ہیں اور وہیں مر جاتے ہیں۔ یہی صورت انسان میں ہے کہ مختلف خطّوں میں مختلف جراثیم ہیں وہ پیدا بھی ہوتے ہیں مرتے بھی وہیں ہیں ان کا قبرستان بھی وہیں ہے زندگی کی غذا بھی وہیں ہے تو گویا انسان نمونہ ہے اس کائنات کا۔

اور جیسے زمین میں پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے اس کے بدن میں ہڈیوں کا ایک سلسلہ ہے کوئی بڑی ہڈی کوئی چھوٹی ہڈی تو پہاڑ ہیں مختلف جو چلے جا رہے ہیں۔

انسان کو دیکھو تو اس کے اندر پانی بھی ہے یعنی میٹھا پانی بھی اور کھٹا پانی بھی اور کڑوا پانی بھی اور نمکین بھی سارے ہیں، مُنہ میں چشمہ جاری ہے میٹھے پانی کا اور آنکھوں میں نمکین پانی، کبھی آپ کی زبان پر گِرا ہوگا تو مزہ چکھا ہوگا آپ نے نمکین، تو آنکھوں کے اندر نمکین پانی اور معدہ کے اندر کھٹا پانی ہے کبھی ڈکار سے پانی نکلتا ہے تو سارا مُنہ بھی کھٹا ہو جاتا ہے اور پِتّہ کے اندر کڑوا پانی جمع ہے تو گرم الگ اور ٹھنڈا پانی الگ اندر سے پانی آتا ہے تو گرم اور مُنہ کے اندر جو پانی ہے وہ ٹھنڈا چشمۂ شیریں جاری ہے، اگر مُنہ کے اندر تلخ ہوتا پانی تو زندگی تلخ ہو جاتی آدمی کی، ہر وقت مُنہ کڑوا رہتا تو مُنہ کے اندر میٹھا چشمہ جاری کر دیا اور معدہ کے اندر کھٹا پانی اور پِتّہ میں کڑوا پانی اور مثانہ میں دیکھو تو گرم پانی اور کہیں ناپاک پانی اور کہیں پاک پانی جتنی دُنیا میں انواع پانیوں کی ہیں وہ سب انسان میں موجود ہیں۔

ہوائیں دیکھو تو پروا بھی چلتی ہے . . . . . بھی چلتی ہے گرم ہوائیں بھی ہیں ٹھنڈی ہوائیں بھی ہیں اندر سے جو ہوا نکلتی ہے گرم ہوتی ہے اور سانس سے جو اندر جاتی ہے وہ ٹھنڈی ہوا ہوتی ہے تو گویا پروا بھی چل رہی ہے آدمی میں اور . . . . . بھی چل رہی ہے اور کبھی کبھی ہوا بند ہو جاتی ہے بیہوش ہو جاتا ہے تو آپ لیے پھرتے ہیں، دوڑے پھرتے ہیں کہ بھئی بیہوش ہو گیا، انسان میں بھی ایسے ہوتا ہے، ہوا بند ہو گئی تو بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں حضرت انسان کسی طبیب کے پاس جاتے ہیں کہ بھئی ریاح بھر گئی دوا دو

جو یہ کسی طرح سے خارج ہو تکلیف پہنچ رہی ہے تو ایسے بھی ہو جاتا ہے حبس بھی ہوتا ہے احتباس بھی ہوتا ہے گرم ہوا بھی ہے۔ ٹھنڈی ہوا بھی ہے، جتنے نمونے پانیوں کے، جتنے نمونے ہواؤں کے، جتنے نمونے پہاڑوں کے، زمین کے نبات حیوان سارے انسان کے اندر موجود، تو مخلوقات میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ اس کا نمونہ انسان میں موجود نہ ہو۔

انسان میں خالق کے کمالات کے نمونے بھی موجود ہیں

بلکہ اگر دیکھا جائے تو خالق کے کمالات کا بھی کوئی نمونہ ایسا نہیں کہ انسان میں موجود نہ ہو حق تعالیٰ شانہٗ کے اندر اس کی صفاتِ سبعہ ہیں، ارادہ[۱] ہے حیات[۲] ہے قدرت[۳] ہے سمع[۴] ہے بصر[۵] ہے وہ سب انسان میں رکھی گئیں کہ ارادہ بھی کرتا ہے سُنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے قدرت بھی ہے، حیات بھی ہے زندگی بھی ہے، کلام[۶] بھی ہے تکلم بھی ہے حق تعالیٰ موجد[۷] ہیں تو اس میں بھی مادہ ایجاد کا رکھا گیا ہے۔ نئی سے نئی چیز انسان ایجاد کرتا رہتا ہے، مصوّر بھی ہے وہاں اُس کی شان بیان فرمائی گئی کہ ھُوَالَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ماں کے پیٹ میں وہ تصویر کھینچتے ہیں اور وہ تصویر بھی ایسی کہ ان کے سوا کوئی کھینچ بھی نہیں سکتا اس لیے کہ آپ اگر تصویر بنائیں گے کاغذ پر بنائیں گے۔ کپڑے پر بنائیں گے، پتھر پر بنائیں گے، پانی پر تو آپ نقشہ نہیں بنا سکتے اس نے پانی کے قطرے کے اُوپر نقشہ بنا کر ایک جاندار انسان تیار کر دیا تو اُن کی تصویر کشی اور طرح کی ہے اور آپ کی اور طرح کی، مگر نمونہ موجود ہے مصوّری کا تم ایجاد کا مادہ بھی تصویر کا مادہ بھی۔ پھر اگر دیکھا جائے تو سارے کمالاتِ حق کے نمونے انسان کے اندر موجود ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ واحدِ مطلق یکتا ہیں، کوئی ان کا شریک نہیں ہے۔

انسان کی حقیقت رُوح سے قائم ہوتی ہے

انسان اگر غور کرے اپنے اندر تو انسان کی حقیقت رُوح سے قائم ہوتی ہے اسی سے زندگی ہے اسی سے حیات ہے اسی میں یہ سارے اوصاف جمع ہیں اگر آپ کسی کو انسان کے بدن میں اُتاریں کہ بھئی یہ خبر لو کہ رُوح کالی ہے یا گوری ہے، سفید رنگ کی ہے یا کوئی سبزہ رنگ کی ہے، کسی کو اندر اُتارا آپ نے وہ گھوما ہر طرف اُس نے کہا مجھے تو کوئی رنگ ہی نہیں معلوم ہوتا اس میں، نہ کالی ہے نہ گوری ہے نہ سفید ہے نہ سیاہ ہے، وہ تو ہر رنگ سے بری و بالا ہے بلکہ جتنے رنگ بدن پر ہیں وہ طفیل

ہیں اسی رُوح کا، بدن اگر گورا ہے تو گورا پن قائم ہے رُوح کی وجہ سے بال اگر سیاہ ہیں تو سیاہی قائم ہے رُوح کی وجہ سے، تو چہرے کی سفیدی بالوں کی سیاہی رُوح کا طفیل ہیں مگر خود رُوح نہ کالی نہ گوری ہر رنگ سے بری و بالا۔

جب انسان میں ایک لطیفہ ایسا موجود ہے کہ رنگ اور الوان سے بری و بالا ہے تو ہم دلیل پکڑ سکتے ہیں کہ اس پوری کائنات کی رُوح بھی ایسی ہوگی کہ وہاں کالک جا سکتی ہے نہ سیاہی نہ سفیدی نہ سبزی وہ ہر رنگ سے بری و بالا ہے جب مخلوق اس نے ایسی بنائی کہ بالاتر ہے الوان سے تو خالق کی ذات تو کتنی بری و بالا ہوگی الوان سے، وہاں کوئی رنگ نہیں۔

اگر آپ اس شخص کو جو بدن میں گھسا تھا اس سے یُوں کہیں کہ بھئی ذرا یہ بتلاؤ کہ رُوح کہاں پر بیٹھی ہُوئی ہے۔ دِل میں بیٹھی ہے جگر میں بیٹھی ہے سر میں ہے یا ہاتھ میں ہے وہ یوُں کہے گا کہ کدھر بتلاؤں، جدھر دیکھتا ہُوں رُوح نظر آتی ہے بالوں میں بھی موجود ناخن تک میں موجود، جگر میں معدہ میں ہر جگہ رُوح کا جلوہ ہے، مَیں اشارہ کرکے نہیں بتا سکتا کہ رُوح وہ بیٹھی ہُوئی ہے اس سے ہم نے دلیل پکڑی کہ جب ایک مخلوق کی بے چونی اور بے چگونی کا یہ عالم ہے تو جو پیدا کرنیوالا ہے اسے اشارہ کیسے کر سکتے ہیں کہ وہ فلاں جگہ ہے فلاں جگہ نہیں ہے وہ ہر جہت سے بری ہر سمت سے بالاتر ہر ایک سے اُونچا اور بلند، جب ایک مخلوق کی یہ شان ہے تو خالق کی شان تو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ہونی چاہیے، البتّہ یہ جو رُوح ہے۔ یہ رُوح ہے تو ہر جگہ بدن کے ہر خطّہ میں لیکن خاص خاص مقام میں تعلّقات خاص خاص ہیں رُوح کے، جو تعلّق اسے قلب سے ہے اتنا دماغ سے نہیں، جو دماغ سے ہے اتنا معدہ اور جگر سے نہیں جتنا معدہ اور جگر سے ہے اتنا ہاتھ پیر سے نہیں جتنا ہاتھ پیر سے ہے اتنا ناخن اور بالوں سے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ناخن کاٹ دیں بال کاٹ دیں۔ رُوح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حالانکہ رُوح تو موجود ہے ہر طرف مگر رُوح میں تکلیف نہیں پیدا ہوتی، ہاتھ کاٹ دیں تکلیف ضرور ہوگی مگر رُوح زائل نہیں ہوگی زندہ رہے گا آدمی، لیکن اگر دماغ پھوڑ دیا جائے آدمی بچ نہیں سکتا، قلب کو چیر دیا جائے آدمی بچ نہیں سکتا، معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کے خاص مقامات قلب ہے جگر ہے دماغ ہے کہ اُن کو ٹھیس پہنچ جائے تو رُوح چھوڑ دیتی ہے اپنے مستقر کو، ہاتھ پیر کو کوئی اثر پہنچ جائے رُوح چھوڑتی نہیں بدن کو، تو تعلقات خاص خاص ہیں،

اس سے ہم دلیل پکڑ سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ، ساری کائنات میں اپنے علم اور قدرت سے موجود ہیں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تم جہاں بھی ہو اللہ موجود ہے مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا (پ ۲۸ ع ۲) تم تین ہو تو چوتھا خدا موجود، تم چار ہو تو پانچواں خدا تم اکثر ہو یا اقل ہو حق تعالیٰ وہاں موجود وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ سب جگہ موجود مگر اس کے باوجود بعض خاص خاص مقامات سے تعلّق اُن کا خاص ہے جو تعلّق بیت اللہ سے ہے وہ عام مساجد سے نہیں، جو عام مساجد سے تعلق ہے وہ میرے اور آپ کے گھرانے سے نہیں جو عام گھرانوں سے ہے وہ کھلے ہوئے میدانوں سے نہیں، اگر بیت اللہ پر کوئی ادنیٰ پر فت آئے تو پورے عالم میں تکلیفات پیدا ہو جائیں گی پورا عالم بے نظام ہونے لگے گا اگر مسجد پر آفت آئے شہر میں تکلیف پیدا ہو گی، کوئی بڑی مسجد ہے تو ملک تکلیف پیدا ہو جائے گی۔ میرے اور آپ کے گھر پر کوئی آفت آجائے تو ظاہر ہے کہ محلّہ والے پریشان ہوں گے اور کسی افتادہ زمین پر آئے تو کسی پر بھی کوئی اثر نہیں ہو گا تو تعلقات خاص خاص ہیں تو جیسے رُوح کے تعلّقات بدن کے اعضاء سے الگ الگ ہیں اسی طرح حق تعالیٰ باوجودیکہ ہر جگہ موجود مگر عالم کے خطہ سے تعلقات اُنہیں خاص خاص ہیں ان خصوصی تعلقات کی دلیل ہم اپنے اندر سے پا لیتے ہیں تو رُوح کے اندر جب یہ بات موجود ہے کہ بدن کے ذرّے ذرّے میں موجود اور پھر بھی تعلقات الگ الگ تو حق تعالیٰ بھی ذرّے ذرّے میں موجود۔ مگر تعلقات الگ الگ، تو بہر حال حق تعالیٰ کی صفات کے نمونے انسان میں موجود ہیں۔

آپ اگر کسی کو اندر داخل کر کے بدن میں کہیں کہ بھئی رُوح ایک ہے یا دو ہیں یا تین چار، وہ کہے گا کہ ایک ہی ہے اس واسطے کہ دو تین ہو تیں تو یہ بدن تو بے چارہ گل کر پھٹ کر خراب خستہ ہو جاتا۔ نظام تو ایک ہی چلا سکتا ہے چار مل کر تو نظام نہیں چلا سکتے تو ایک ہی رُوح ہے، ایک اچکن میں جیسے ایک ہی بدن آئے گا ایک میان میں ایک ہی تلوار آئے گی چار تلواریں نہیں گھس سکتیں تو پورے بدن میں ایک ہی رُوح ہے وہی نظم کر رہی ہے اس بدن کا ہم اس سے دلیل پکڑ سکتے ہیں کہ پوری کائنات ایک بدن ہے اور اس کی روحِ عالم حق تعالیٰ شانہٗ ہیں اور وہ ایک ہی یکتا ہیں اُنہی کی تدبیر پر سارا نظام چل رہا ہے جیسے بدن میں دو رُوحیں نہیں ہو سکتیں اور نہ

چلا سکتی ہیں نظامِ بدن تو کائنات کے اندر بھی ایک ہی مدبّر چلا سکتا ہے کائنات کو' دو مدبّر ہوں گے تو نہیں چلا سکتے، لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا اگر زمین و آسمان میں دو معبود بن جاتیں تو یہ فاسد ہو جائے گی پھٹ کر' ایک کہے گا کہ میں بارش برساتا ہوں، دوسرا کہے گا میں تو قحط سالی ڈالنا چاہتا ہوں، ایک کہے گا میں اولاد دینا چاہتا ہوں ایک کہے گا میں نہیں دینا چاہتا تو دو خداؤں کو لڑائیوں ہی سے فرصت نہیں ہوگی تو کائنات چلے گی کس طرح سے تو بہرحال ایک ہی نظم رکھ سکتا ہے تو اس کی یکتائی کا نمونہ بھی ہمارے بدن کے اندر موجود ہے تو رُوح بھی ایک ہے جو یکتائی کے ساتھ نظم کر رہی ہے تو میرے عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مخلوقاتی نمونے بھی انسان میں موجود، کائناتی نمونے اور خالق کے کمالات کے جتنے بھی نمونے ہیں وہ بھی موجود ہیں، وحدانیت بھی موجود ہے بے چونی اور بے چگونی بھی موجود ہے، تدبیر کی وحدت بھی موجود ہے ہر چیز موجود ہے

اگر لوگ اپنے اندر غور کریں تو حق تعالیٰ کو پہچان سکتے ہیں

اگر ہم چاہیں تو دلائل کی حاجت نہیں ہے اپنے اندر غور کریں تو حق تعالیٰ کو پہچان سکتے ہیں وَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ تمہاری جانوں کے اندر سارے دلائل رکھ دیئے پھر بھی تم نہیں پہچانتے تو تم عجیب لوگ ہو اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ تم دیکھتے نہیں ہو۔ سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ (پ ۲۵) ہم عنقریب تمہاری جانوں کے اندر اور باہر نمونے دکھلائیں گے اپنی قدرت کے کہ جس سے تم حق کو پہچان سکو گے تو حق کو پہچاننے کے لیے لمبے چوڑے دلائل کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے اندر غور کر لے آدمی تب بھی حق واضح ہو جائے گا دلیلیں اندر خود ہی موجود ہیں تو بہرحال انسان ایک جامع ترین مخلوق ہے۔ مادہ کے لحاظ سے بھی معنویت کے لحاظ سے بھی اور یہ جامعیت جمعہ کے دن واقع ہوئی۔

حضرت آدم علیہ السّلام کی تخلیق جمعہ کے دن ہوئی

جمعہ ہی کے دن ساری مٹیاں جمع کی گئیں آدم علیہ السلام کا بدن بنایا گیا اور پھر جیسا جامع ڈھانچہ تھا ویسا ہی جامع نفس بھی اس کے اندر ڈالا گیا، جامع رُوح بھی ڈالی گئی جتنے گوشے تھے بدن میں ڈھانچہ میں اتنے ہی گوشہ رُوح میں ڈالے گئے علوم و کمالات کے تو آدم علیہ السّلام جامع کمالاتِ ظاہر و باطن تھے اور یہ جامعیت جمعہ کے دن نمایاں ہوئی جمعہ کا مادہ ہی "جَمْعٌ" تو جمع کی گئی آدم کی خلقت

آدم علیہ السّلام کو مکمّل طریق پر پیدا کیا گیا۔

آدم علیہ السّلام آسمان سے زمین پر جمعہ کے دن اُترے ہیں

فرمایا گیا، حدیث میں کہ آدم اُترے ہیں جب جنّت سے وہ بھی جمعہ ہی کا دِن تھا، تو اُترنا بھی خود ایک جامعیت اس واسطے کہ نہ اُترتے تو اولاد کہاں سے ہوتی اور اولاد کے ذریعے سے علوم و کمالات کے مختلف نمونے کیسے ظاہر ہوتے مادی اور روحانی ؟ تو ساری دُنیا میں جمع کیے گئے کمالات ھبوطِ آدم سے کہ اُنہیں اُتارا گیا وہ اُترنا ذریعہ بنا اس جامعیتِ کمالات کا اور وہ جمعہ کا دن تھا تو جمعہ یہاں بھی جامعیت کا ذریعہ بنا۔

قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت قائم ہوگی وہ بھی جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی، تو قیامت خود ایک یومِ جامع ہے کہ اوّلین و آخرین سب اس میں جمع کیے جائیں گے۔ سارے ملائکہ ایک جگہ ہوں گے، سارے انسان ایک جگہ ہوں گے اُن سب کے اعمال کو اکٹھا کر کر ایک جگہ کر دیا جائے گا۔

میدانِ محشر میں ہر انسان کے سامنے دو چیزیں ہوں گی

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ میدانِ محشر میں ہر انسان کے سامنے دو چیزیں ہوں گی ایک جہنّم اور اس کی ہیبت ناک آوازیں اور ایک ہر انسان کے اعمال کو متشکل کر کے سامنے کر دیا جائے گا، پوری زندگی اُس کی مجسّم بنا دی جائے گی، دُنیا میں وہ جو کچھ کر رہا تھا چھپ کر یا کھل کر وہ کرتا ہوا نظر آئے گا، اگر کسی نے تنہائی میں بیٹھ کر کوئی بدکاری کی ہے، کوئی چوری کی ہے تو وہ بعینہٖ نقشہ موجود ہوگا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اور چوری کر رہا ہے، وہ زمانہ اور وہ مکان لوٹا دیا جائے گا تو پوری زندگی مصور اور مجسم بنا دی جائے گی تو سارے انسان جمع ہو جائیں گے۔ سارے انسانوں کے سارے اعمال جمع ہو جائیں گے، سارے ملائکہ جمع ہو جائیں گے۔ تو وہ جمعیت درحقیقت جمعہ ہی کے دن ہوگی تو جمعہ کی جامعیت اس کائنات میں بھی ظاہر ہوئی۔ میدانِ محشر میں بھی ظاہر ہوئی۔ تخلیقِ الٰہی میں بھی ظاہر ہوئی، اس واسطے اس دن کو معظّم اور سیّد الایّام بنایا گیا کہ یہ جامعیت کا دِن ہے۔ تخلیق کی جامعیت بھی اسی میں ہوئی اور قیامت کی جامعیّت بھی اسی میں ہوگی اور مرنے اور جینے کے جتنے عظیم احوال ہیں وہ سب اسی کے اندر پیش آئیں گے، دُنیا میں ھبوطِ آدم جمعہ کے دن، پیدا کیے گئے تو جمعہ کے دن، داخل کیے گئے

جنت میں تو جمعہ کے دن، قیامت قائم ہوگی تو جمعہ کے دن، تو بڑے بڑے عِظامِ امور وہ سب جمعہ کے دن واقع ہوں گے اس سے جمعہ کی عظمت اور اس کی فضیلت اور منقبت معلوم ہوتی ہے تو آج کے دن بھی جمعہ اسی جامعیت سے لیا گیا ہے کہ بہت سے انسانوں کو شہر سے اِدھر اُدھر سے جمع کر کے ایک جگہ لے آتا ہے تاکہ وہ مل کر اللہ کے ذکر میں اور اس کی یاد میں لگیں۔

جمعہ کی جامعیت میں اشارہ

گویا اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جیسے یہ دن جمعہ کا اور وہ دیا گیا ہے اُمّتِ محمدیہ کو خصوصیت سے منتخب کردہ ہے تو اُمّتِ محمدیہ میں بھی ایک جامعیت اور باہمی رواداری اور محبّت اور اجتماعی شان ہونی چاہیے ان میں تفرق نہ ہو ان میں نزاعات نہ ہوں ان میں جدال اور اختلاف نہ ہو۔

اختلافات دو طرح کے ہوتے ہیں

ایک اختلاف ہوتا ہے مسائل کا اس میں کوئی مضائقہ نہیں وہ حجت سے ہوتا ہے۔ ائمہ ہدایت میں بھی اختلاف ہوتے ہیں۔ صحابہ میں بھی اختلافات ہوتے ہیں۔ حجّت کا اختلاف تو رحمت بنتا ہے حجت کے اختلاف سے تو علم کے پہلو کھلتے ہیں۔ علم کے گوشے کھلتے ہیں ایک ہے اختلاف بمعنی نزاع و جدال اس سے روکا گیا ہے کہ وہ نہ ہونا چاہیے اختلافِ حجت میں مضائقہ نہیں، اختلافِ جذبات کے اندر فتن پھیلتے ہیں تو گویا جمعہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ جیسے تم ہفتہ بھر میں یہاں آکر جمع ہو جاتے ہو اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہو اسی طرح سے تمہارے دل بھی اسی طرح سے ملے ہوئے ہونے چاہئیں کہ ایک کے دل میں دوسرے کی گنجائش ہو ایک کے دل میں دوسرے کی محبّت بھری ہوئی ہو۔

اہلِ جنّت کی شان محبّت کرنا ہے اور اہلِ جہنّم کا کام لڑنا بھڑنا ہے

جیسا کہ اہلِ جنّت کی شان فرمائی گئی ملنا اور محبّت کرنا یہ اہلِ جنّت کے اخلاق ہیں اور نزاع اور سر پھٹول یہ اہلِ جہنّم کے اخلاق ہیں جنّت والوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ بڑی بڑی مسندوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے اور دِل ایسے ہوں گے جیسے بھائیوں کے دل ہوتے ہیں تو گویا جنّتیوں کے اخلاق ہیں۔ محبّتِ باہمی اور جہنّم والوں کے اخلاق فرمائے گئے کہ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا جب کوئی پارٹی داخل ہوگی جہنّم میں دوسری پارٹی اُس پر لعنت کرے گی کہ کم بختو تمہاری وجہ سے ہمیں جہنّم ملا وہ کہیں گے تم پر لعنت ہو تمہاری وجہ سے ہم مبتلا ہوئے

تو جہنم کا عذاب تو الگ رہا یہ سر پھٹول کا عذاب ایک مستقل ہوگا۔ گویا جمعہ اس عذاب کو ختم کرنیوالا ہے کہ جیسے تمہیں کندھے سے کندھا ملا کر بٹھا دیا۔ دِل سے دل ملا کر بھی بیٹھو اور دِل ملے ہوتے بھی ہیں۔ کچھ عوارض پیش آجاتے ہیں، کچھ پردے پڑ جاتے ہیں۔ نیتیں بھی نیک ہوتی ہیں۔ دِلوں میں جذبات بھی صحیح ہوتے ہیں۔ پھر بھی کچھ عوارض پیش آجاتے ہیں اُن کی روک تھام اگر کر لی جائے تو نزاع نہیں واقع ہوتا اور اختلاف رائے رہتا ہے۔

جمعہ ایک ہادی ہے

بہر حال جمعہ فی الحقیقت ایک ہادی ہے اور ہدایت کرتا ہے جامعیت کی، تو ہفتے میں مشق کرائی گئی ہے جمع ہونے کی، روزانہ تو آپ مسجدِ محلہ میں جمع ہوتے ہیں اور جامع مسجد میں شہر والے جمع ہوتے ہیں۔ شہر کا کوئی بڑا علاقہ جمع ہو جاتا ہے تو محلے کے لوگ دن میں پانچ دفعہ جمع ہوتے ہیں، رکھا گیا کہ ہفتے میں کم سے کم شہر کے لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں جیسے عیدین کے موقع پر دیہات کے لوگ بھی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور حج کے موقع پر تو ملکوں کے لوگ ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تو اجتماعیت کے لیے درجات قائم کر دیے اسلام نے کہ محلہ کے لوگ جمع ہوں۔ شہر کے لوگ جمع ہوں، شہر اور دیہات کے جمع ہوں پھر ایک بین الاقوامی اجتماع رکھ دیا کہ ساری دُنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوں۔

اجتماعیت اسلام کی رُوح ہے

غرض جمع کرنا اجتماعیت یہ اصل رُوح ہے اسلام میں اور اسلام نام ہی فی الحقیقت اجتماعیت کا ہے جتنی اجتماعی زندگی بنے گی اتنا اسلام مضبوط ہوگا اور جتنا وہ کم ہوتی جائے گی مسلمانوں کی قوت گھٹتی جائے گی تو جمعہ درحقیقت اِعلام ہے کہ اسی طرح اپنے قلوب کو جمع کرو جس طرح ہم نے تمہارے بدنوں کو جمع کر دیا ہے اور جمع کس چیز پر ہو سکتے ہیں ظاہر ہے کہ اللہ ﷻ کے نام پر جمع ہوتے ہیں اگر میں اپنی کسی صفت پر جمع کروں کبھی جمع نہیں ہوں گے آپ کی اور صفت میری اور صفت اس میں تو تفریق ہے۔ خدا کی صفت وہ ہے کہ سب اس کے نیچے آجاتے ہیں۔ خدا کی ذات وہ ہے کہ سب اس کے نیچے آجاتے ہیں۔

ساؤتھ افریقہ میں ایک جلسہ میں شرکت کا واقعہ

مجھے ایک دفعہ جانے کی نوبت آئی ساؤتھ افریقہ میں جوہانسبرگ یُونیورسٹی ہم دیکھنے کے لیے گئے وہاں ایک جلسہ ایک ہو رہا تھا بین الاقوامی تعلیمی اور تمام ملک کے تعلیمی نمائندے جمع تھے ہم تو ایک سیاح کی حیثیت

سے گئے اور جا کر پیچھے بیٹھ گئے ایک طالب علم نے پُوچھا، کئی ہزار گورے جمع تھے وہاں، پُوچھا کہ یہ کہیں باہر سے آئے ہیں، اُنھوں نے بتایا کہ ہندوستان سے اور دار العلوم دیوبند کا بھی نام لیا لوگوں نے، اور میرا جو بھی تعلّق ہے وہ بھی ذکر کیا، اُس نے کہا یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے یہ تعلیمی آدمی معلوم ہوتے ہیں اور ہمارے یہاں خود ایک تعلیمی اجتماع ہو رہا ہے تو اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو مَیں صدر کو اطّلاع دُوں یہ سب گفتگو ہو رہی تھی، مَیں تو سمجھ نہیں رہا تھا۔ ہمارے ساتھیوں نے کہا کہ آپ صدر کو اطّلاع دے سکتے ہیں۔ اُنھوں نے اطّلاع دی، خیر صدر نے فوراً خطاب کیا جلسے سے، پانچ چھ ہزار گورے جمع تھے، اَب وہاں گورے اور کالے کی بڑی سخت تفریق تھی۔ گوروں کی محفل میں کالا جا نہیں سکتا وہاں، اور پہنچ گئے اتّفاق سے ہم جیسے کالے جو اُن کی اصطلاح میں کالے تھے چاہے واقع میں کالے نہ ہوں تو خیر پہنچ گئے وہاں تو یہ ایک عجیب سی بات تھی اس میں، صدر نے اعلان کیا کہ اس طرح سے ہندوستان کا ایک شخص ہے اور وہ تعلیمی آدمی ہے اور ہمارا جلسہ بھی تعلیمی ہے اگر آپ لوگ اجازت دیں تو ہم اسے بُلائیں سَب نے بلایا خیر مجھے اطّلاع دی تو مَیں اُٹھ کر چلا جونہی میں اُٹھا تو پُورا جلسہ کھڑا ہو گیا۔ مرد اور عورت پانچ چھ ہزار آدمی اور اُنھوں نے تالیاں بجانی شروع کیں چیئر کے لیے اور جب تک میں سٹیج پر نہیں پہنچا وہ چیئر دیتے رہے، تو وہ سٹیج ایسا تھا جیسے اسمبلیوں کا سٹیج سب سے اُوپر کے سٹیج پر تین آدمی بیٹھے ہُوئے ہوتے ہیں صدر، نائب صدر، سیکرٹری اس سے نیچے ایک اور سٹیج تھا اس پر پانچ آدمی تھے، اس سے نیچے ایک اور سٹیج تھا اس پر سات آدمی تھے اس طرح وہ بالکل ایسے جیسے اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہو، اُوپر کے سٹیج پر ہمیں بُلایا گیا نائب صدر تھی عورت وہ اپنی کُرسی چھوڑ کر کھڑی ہو گئی مجھے بٹھلا دیا ________ خیر صدر نے تعارف کرایا اور مجھ سے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ چند کلمات کہیں تو مَیں نے کہنا شروع کیا اور ترجمان تھے انگریزی میں ہمارے ایک دوست احمد سعید ولی اللہ وہ اُردو کے بھی ماہر تھے انگریزی کے بھی اور اتنا برجستہ ترجمہ کرتے تھے کہ مجھے رُکنے کی نوبت نہیں آرہی تھی، مَیں اُردو میں بول رہا ہوں وہ مسلسل انگریزی میں بول رہے ہیں اور پُورا مفہوم ادا کر رہے ہیں۔ غرض کہنا مجھے یہ تھا کہ جب میں کھڑا ہُوا تو مَیں نے لوگوں کو خطاب کیا جو کہ یورپین تھے کہ "آپ نے اسے محسوس کیا ہوگا کہ اس وقت ہم سب کندھے سے کندھا ملائے بیٹھے ہیں کالے بھی اور گورے بھی آپ کی اصطلاح میں ہم کالے ہیں

اور آپ گورے ہیں لیکن ہم کندھے سے کندھا ملائے ہُوئے بیٹھے ہیں اور مَیں سمجھتا ہُوں دلوں میں بھی گنجائش ہے محض بدن ہی نہیں ملے ہُوئے رواداری بھی ہے دِلوں میں تومَیں نے کہا کہ آپ نے اس پر غور کیا کہ یہ کالے اور گورے کس وجہ سے جمع ہو گئے یہاں، کیا چیز ہے جس نے ہمیں جمع کر دیا۔ میں نے کہا اگر آپ کہیں کہ رنگ نے جمع کیا تو آپ کا رنگ گورا ہے آپ کی اصطلاح میں میرا کالا رنگ ہے تو رنگ ہوتا ہی ہے تفریق کے لیے ـــــ اس میں جمع کرنے کی شان کہاں موجود ہے ؟ آپ گورے ہیں ، ہم کالے جمع نہیں ہو سکتے، اگر آپ کہیں کہ وطن نے جمع کیا تو آپ کا وطن افریقہ ہے میرا وطن ہندوستان ہے ، وطن خود حد بندی کا نام ہے اس میں جمعیت پائی نہیں جا سکتی تو آپ کا وطن الگ میرا وطن الگ اگر آپ کہیں نسل نے جمع کیا تو آپ کی نسل اور ہے میری نسل اور ہے میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں اس بارے میں ، پھر کیا چیز ہے جس نے ہمیں جمع کیا ؟ مَیں نے کہا ہمیں اور آپ کو جمع کیا ہے علم نے علم نہ سندھی ہے نہ ہندی نہ افریقی نہ امریکی نہ ایشین نہ یورپین علم سب سے بالاتر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علم ہماری صفت نہیں بلکہ ہمارے خُدا کی صفت ہے اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہماری صفات پر دُنیا جمع نہیں ہو سکتی خدا کی صفت پر جمع ہو سکتی ہے تو علوم کے اُوپر کالے اور گورے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھ گئے، اَب جب اُس کی صفات جمع کر سکتی ہیں تو اُس کی ذات تو اور بھی زیادہ جامع ہے اگر اس کی ذات پر ہم یقین کریں تو سَب ایک جگہ مجتمع ہو جائیں گے۔ مَیں نے کہا کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جتنے ہم خُدا کی ذات و صفات سے الگ ہوں گے اتنی ہی ہم میں سر پھٹول ہوگی اور جتنا اس کی ذات و صفات پر جمع ہوں گے اتنی ہی ہم میں جمعیت اور اجتماعیت پیدا ہو جائے گی" یہ گویا میرا ایک موضوع تھا جو پندرہ منٹ میں نے کہا اِسے برابر وہ چیئر دیتے رہے اور اُنھوں نے کہا کہ ہم نے ایسی باتیں آج تک نہیں سُنی تھیں اور اگر ایسی باتیں مسلسل ہوتی رہیں تو ممکن ہے کہ ہم میں ذہنی انقلاب پیدا ہو جائے تو یہی میں عرض کر رہا ہوں کہ ہم اور آپ ایک دوسرے کی صفت پر یا ایک دوسرے کی حالت پر جمع نہیں ہو سکتے۔ ہر انسان کا حال الگ ہے۔ ہر ایک کے جذبات الگ ہیں ہر ایک کی اغراض الگ ہیں مقاصد الگ ہیں جمع نہیں ہو سکتیں۔

اجتماعیت کی ایک ہی شکل ہے

جمع ہونے کی صُورت یہی ہے کہ اپنی اغراض چھوڑ کر ایک منشاء واحد پر جمع ہوں اور وہ منشاء خداوندی ہے مرضی الٰہی ہے

اس کا علم ہے اس کا کمال ہے اس کا دین ہے اس کی شریعت ہے اس پر جمع ہوں، جمع ہو جائیں گے جتنا اس سے ہٹیں گے اپنے جذبات آتے رہیں گے تفریق پیدا ہوتی رہے گی تو جمعہ ہر ہفتے آپ کو نداء دیتا ہے اعلان دیتا ہے کہ میں نے تمہیں جمع کر دیا ہے۔ اللہ کی ذات وصفات کے اُوپر تم یہاں دُنیا کے لیے نہیں آتے ہو پیسے بٹورنے کے لیے نہیں آتے ہو۔ یہاں آتے ہو عبادت کرنے کے لیے تو چونکہ معبود ایک ہے اس واسطے تم آدمی بھی ایک جگہ جمع ہو کر سب ایک ہو کر بیٹھو! جب ایک معبود پر ہفتہ میں ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ اور دنوں میں اگر اِس کی مشق کریں کہ اسی معبود کی صفات وکمال پر جمع ہوں جمعیت پیدا ہو جائے گی۔ بہرحال یہ ایک اعلان اور تنبیہ ہوتی ہے ہر جمعہ کو،

جمعہ کی سَب سے بڑی فضیلت جامعیت ہے

توجمعہ کی سَب سے بڑی فضیلت جامعیت ہے تو ایک تو یہ کہ انتخابِ خداوندی سے وہ منتخب دن ہے اور وجہء انتخاب اس کی وہ فضیلت ہے جو اللہ نے اس کے اندر ڈال دی ہے اور اس کو سیّد الایّام بنایا۔ اس وقت یہ چند باتیں محض اعلان اور اشتہار کے احترام کی وجہ سے میں نے عرض کیں ورنہ اپنی علالت اور اپنے ضعف اور کمزوری کی وجہ سے نہ کوئی دل جمعی ہے نہ نشاط ہی کہ میں کسی موضوع پر تقریر کر سکتا اس واسطے اعلان کے احترام کی وجہ سے موضوع وہی رکھا کہ جو سَب کے سامنے حاضر ہے اور وہ جمعہ کا دن ہے تو جمعہ کے بارے میں چند باتیں گزارش کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائیں عمل کی بھی اور اس جمعہ کے حقوق کے ادا کرنے کی بھی اور اس میں جمع ہو کر اپنے قلوب کی جمعیت کی بھی۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ، اَللّٰھُمَّ اَعِذْنَا مِنَ الْفِتَنِ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ اَللّٰھُمَّ وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

تذکرہ ٹیپو مرحوم

مولانا سیّد محمود صاحب نائب مہتمم جامعہ مدنیہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد، موت ایسی حقیقت ہے کہ روزِ اوّل سے ہی سب اس پر اتّفاق کیے ہوئے ہیں کہ یہ آکر رہے گی بلکہ آئندہ کے لیے بھی اتّفاق ہے کہ کوئی اس سے نہ بچ سکے گا۔ یہ واحد متفق علیہ حقیقت ہے جس سے کسی بھی مذہب و مشرب سے متعلّق فرد انکار نہیں کر سکتا۔ کل نفس ذائقة الموت بلکہ ارض و سماء اور جو کچھ ان میں ہے سب کو موت و فناء کی وادی سے گزرنا ہے موت کے بعد پھر حیات ہے اور یہ حیات ہی اصل ہے اس کے بعد موت نہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہو گئے اور اُن کی آخرت کی زندگی سنور گئی اور بد نصیب ہیں وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوئے اور اُن کی آخرت بگڑ گئی۔

اس تمہید کا مقصد ایک ایسی موت کا ذکر کرنا ہے جو اپنی شان و شوکت کے اعتبار سے بظاہر شاندار ہے، میرے بہت سے دوستوں کا اصرار اور خواہش ہوئی کہ میں اپنے سب سے چھوٹے بھائی مرحوم حافظ سیّد مقصود میاں (عرف ٹیپو میاں) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی موت کا واقعہ تحریر کر دوں کیونکہ اس میں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے لیے درس ہے کہ وہ آخرت کی طرف متوجہ ہوں اور دُنیا سے بے رغبتی اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو موت کے وقت جن انعامات سے سرفراز فرمایا ہے وہ کروڑوں میں سے چند نفوس ہی کو نصیب ہوتے ہیں حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی علیہ السّلام سے کسی نے سوال کیا کہ کونسا عمل افضل ہے ارشاد فرمایا تو دُنیا سے اس حالت میں جدا ہو کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۸) کسب و اختیار کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے، لیکن ہر انسان کے لیے اللہ رب العزّت جو بڑی رحمت اور وسیع مغفرت والے ہیں مرحوم مقصود میاں جیسی موت بلکہ اس سے بھی بہتر موت کی تمنّا کے دروازے ہر وقت کھول رکھے ہیں وما ذلك علی اللہ بعزیز۔

گزشتہ ماہ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ کو عزیزم ٹیپو مرحوم کی پہلی باقاعدہ محراب تھی۔ والدہ محترمہ کے

شدید اصرار پہ قرآنِ پاک تراویح میں جامعہ کی مسجد میں سُنانا طے پایا اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو لحن داودی سے نوازا تھا۔ فنی اعتبار سے بھی بہت عمدہ پڑھا جس نے سُنا دیوانہ ہو گیا، بعض لوگ اپنی مساجد چھوڑ کر مرحوم کے پیچھے قرآن سُننے لگے، فرض نماز کی امامت جب کراتا تو لوگ بعد نماز فرمائش کیا کرتے اور قرآن سُنا کرتے۔ شروع رمضان ہی سے مجھے ڈر لگتا کہیں نظر نہ لگ جائے، پھر ایسا ہی ہوا میرا غالب گمان یہی ہے کہ اُس کو نظر لگ گئی حدیث شریف میں آتا ہے "العین حق" نظر حق ہے (وہمی چیز نہیں ہے) رمضان المبارک کی ۲۳ ویں شب جو حسن اتّفاق سے شب جمعہ اور بعض اہلِ کشف کے بقول شب قدر بھی تھی، عزیزم ٹیپو مرحوم نے ٹھیک آٹھ بجے اپنی تراویح کا آغاز سورۂ رحمان کی آیت کل من علیھا فان سے کیا چار رکعات میں سورہ رحمان مکمّل ہو گئی۔ پانچویں رکعت کے لیے نیت باندھی سورۂ واقعہ پڑھنی تھی، لیکن مجھے شک گزرا کہ سورہ رحمان کی ایک آیت رہ گئی ہے۔ مرحوم نے سورہ فاتحہ پُوری کی تو مَیں نے فیھما عینان نضاختان پڑھنے کے لیے لقمہ دیا وہ یہ آیتیں دہراتے ہُوئے فیھن خیرات حسان فبای الاء ربکما تکذبان پڑھتے پڑھتے گرنے لگا ہاتھ باندھے باندھے بیٹھنے کی کوشش کی پھر بیہوش ہو کر گر پڑا اس کی زندگی کا آخری کلام خط کشیدہ آیت تھی جو اُس نے بیہوشی میں جاتے ہُوئے بیٹھتی آواز سے ایسے پڑھی جیسے کوئی نیند کی حالت میں ہو، نمازیوں میں بھگدڑ مچ گئی مَیں نے دوڑ کر جلدی سے اس کا سر گود میں لیا، کان میں کلمہ طیّبہ پڑھنے لگا، نمازیوں میں تین چار ڈاکٹر حضرات بھی تھے، پہلے تو وہ ڈیپریشن کی وجہ سے معمولی قسم کی بیہوشی سمجھے، ہوش میں لانے کی کوشش کی، مگر بے سود آخر کا مشورہ ہُوا کہ فوری طور پر ہسپتال لے جایا جائے۔ مَیں معتکف تھا، مگر اس کی تشویش ناک حالت کی وجہ سے اعتکاف توڑ کر ساتھ ہو لیا۔ ڈاکٹر صاحب بھی ساتھ تھے ایمرجنسی میں ڈاکٹروں نے فوری علاج شروع کیا اور بتلایا کہ دماغ کی شریان پھٹ گئی ہے اور چوتھے درجہ کی بیہوشی ہے، سانس بھی ختم ہو چکا ہے، مگر دل دھڑک رہا ہے اس لیے مصنوعی سانس کی مشین کے ذریعہ دِل کی دھڑکن برقرار رکھی جا رہی ہے، زندگی کے امکانات تقریباً معدوم ہیں کیونکہ بقولِ ڈاکٹر صاحبان "برین ڈیتھ" ہو چکی ہے۔

اگلے دِن پاکستان کے سینئر ترین معالج نیورو سرجن ڈاکٹر بشیر صاحب اور نیورو فزیشن ڈاکٹر نصر اللہ صاحب تشریف لائے اُنھوں نے بھی حالت انتہائی خطرناک قرار دی، مگر ہوش میں آنے کی اُمید بھی ظاہر

کی جس سے ہمارے ڈوبتے غمزدہ دلوں کو بہت سکون نصیب ہوا، ڈاکٹر بشیر صاحب کو اللہ جزائے خیر دے۔ جو روزانہ تشریف لاتے اور ڈاکٹروں کو ہدایات دیا کرتے، اور ساتھ ساتھ جناب سردار نصراللہ خان صاحب دریشک کو بھی اللہ تعالیٰ بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے کہ روزانہ بلاناغہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ تشریف لاتے اور مرحوم کے علاج کی بذاتِ خود نگرانی فرماتے رہے۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید خاص اور میرے عزیز دوست سردار افضل خان دریشک اور جناب حافظ اطہر عزیز صاحب نے بھی مرحوم کے علاج اور جان بچانے کی کوششوں میں دن رات ایک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو دُنیا و آخرت میں اپنے شایانِ شان اس کا بدلہ عطا فرمائے آمین۔

۲۸ ویں شب مرحوم کی حالت مزید بگڑنی شروع ہوئی، بی پی ڈاؤن ہونا شروع ہوا، سرتوڑ کوششوں کے باوجود بحال نہ ہو سکا۔ گردوں نے بھی کام بند کر دیا۔ صبح تقریباً پونے سات بجے دِل کی حرکت بھی بند ہونا شروع ہو گئی۔ ڈاکٹروں نے آخری بار بھرپور کوششیں کیں۔ بجلی کا جھٹکا دیا۔ دِل میں ٹیکا لگایا مگر بے سود سوا سات بجے آخری اُمید بھی معدوم ہو گئی اور ڈاکٹروں نے موت کی تصدیق کر دی اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

شہید محراب کو گھر لائے غُسل دیا گیا۔ ساڑھے تین بجے شام جنازہ اُٹھانے کا اعلان کیا گیا غُسل کے بعد کچھ لوگوں نے مجھے کہا کہ جنازہ کی چارپائی کو بانس باندھے جائیں گے۔ مَیں نے کہا کہ وفات ایسے وقت ہوئی ہے کہ اخبارات میں خبر نہیں آسکی، اتنے لوگ نہیں ہوں گے، مگر اُنھوں نے کہا کہ بہت لوگ جمع ہو چکے ہیں بانس نہ باندھے گئے تو بہت سے لوگ کندھا دینے سے محروم رہ جائیں گے، واقعی ایسا ہی ہوا جیسے بہت بڑے عالم کا جنازہ ہو۔ ذالک فضل اللہ شام پانچ بجے بہاولپور روڈ پر عیدگاہ میں اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مغرب سے آدھ گھنٹہ قبل ساڑھے پانچ بجے حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہ العزیز کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ پروگرام کے مطابق مرحوم نے انتیسویں شب قرآنِ پاک ختم کرنا تھا، لہٰذا والدہ محترمہ نے اس خوشی میں ایک پُروقار تقریب کے انعقاد کا اہتمام کر رکھا تھا۔ اٹھائیسویں روزے کی افطاری پر عزیز و اقارب کو مدعو بھی کیا جا چکا تھا، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ عین اس کی افطاری کی دعوت کے وقت اس کی تدفین عمل میں آرہی تھی۔ مَا کُلُّ مَا یَتَمَنَّی الْمَرْءُ یُدْرِکُہٗ، مرحوم اپنے ہم عمروں میں نمایاں خصوصیات کا حامل ہنس مکھ اور ہر دلعزیز نوجوان تھا۔ امتحانات

میں اکثر نمایاں کامیابی حاصل کر کے انعام کا مستحق قرار پاتا۔ اس سال درجہ ثانویہ خاصہ (شرح وقایہ ریاض الصالحین نورالانوار مقامات قطبی شرح جامی) میں وفاق المدارس کے نتائج کے مطابق "جید" ـــــ اور جامعہ کے امتحانات میں "جید جدًا" رہا معنوی کمالات کے ساتھ ساتھ جسمانی خوبیوں میں بھی ممتاز تھا۔ دراز قد خوشنما ڈیل ڈول کی وجہ سے ہر ایک کی آنکھ کا تارہ تھا۔ چند ماہ سے اس کی طبیعت میں سلامتی وصلاح کے واضح آثار دیکھنے میں آرہے تھے۔ مثلاً نماز میں دورانِ قیام اور سجدوں میں رونا کچھ عرصہ پہلے اس کے دوست کے بقول اس نے اسے ایک شعر سنایا تو جواب میں کہنے لگا کہ اب شعر مت سنایا کرو بہت ہوگئی۔ اب بدل جانا چاہیے۔ وفات سے چھ سات ماہ پیشتر اس نے اپنا ایک خواب مجھے سنایا کہ جامعہ کے چمن میں قبلہ رو کھڑا ہوں تو جیسے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد وحلف لیا ہے۔ پھر مجھ پر تجلی فرمائی ہے۔ بعدازاں میرے سامنے انسانی ہڈیاں پڑی ہیں (بعض جامعہ میں موجود افراد کے نام بھی بتائے، ان کے بھی ڈھلنچے وہاں ہیں) اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں ان میں سے جن ہڈیوں کو اٹھا کر تو اپنی داہنی طرف ڈال دے گا۔ ان کی مغفرت ہو جائے گی۔ میں نے ان کو داہنی طرف ڈالنا شروع کردیا۔ ان کی مغفرت ہوتی جارہی ہے۔ جب وہ ختم ہوگئے تو میں نے آسمان کی طرف رخ کر کے کہا یا اللہ میری! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری بھی مغفرت ہو گئی، اس خواب کے بعد بہنوں کو کہا کرتا تھا کہ مجھے بہت ڈر لگتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد لے رکھا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اپنے بارے میں اس نے ایک بہت ہی عمدہ خواب دیکھا تھا اس کی بیماری کے دوران مجھے وہ خواب یاد آتا تو اس خیال سے اس کی صحت یابی کی توقع ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کام لینا ہے مگر......

ابھی جامِ عمر بھرا نہ تھا کفِ دست ساقی چھلک گیا
رہیں دِل کی دِل ہی میں حسرتیں کہ نشان قضا نے مٹا دیا

ممکن ہے آئندہ چل کر اس خواب کی تعبیر کسی اور ہی شکل میں ظاہر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نومبر ۱۹۹۴ء میں راقم نے خواب دیکھا جیسے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامعہ یا محلے کے کسی قریبی مکان میں تشریف فرما ہیں۔ میں آنجناب کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا تو مرحوم ٹیپو کے ذریعہ عرض کرتا اور وہ مجھے آنجناب کی طرف سے جو ارشاد ہوتا آکر بتاتا (وہ گویا ہمارے درمیان

واسطہ بنا ہوا ہے) تقریباً دو ڈھائی برس قبل بھائی نعیم صاحب نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے ہر طرف حشر برپا ہے۔ مرحوم ٹیپو بھی وہاں موجود ہے اس کے ہاتھ میں ایک رجسٹر ہے ہے، وہ کہہ رہا ہے کہ اس میں اہلِ جنّت کے نام ہیں۔ بھائی نعیم صاحب نے اس سے پُوچھا کیا فلاں فلاں کے نام بھی ہیں تو اُس نے دیکھ کر بتلایا کہ ہاں ہیں۔ مرحوم کی تراویح میں قرآن سُنانے کی نیت بھی بہت اعلیٰ تھی۔ والدۂ محترمہ نے اس کو کہا کہ دیکھ تو جو قرآن سُنا رہا ہے اس میں ابوؒ کو ثواب پہنچانے کی نیت کی جے، کہنے لگا "تو یہ بھی کوئی بات ہوئی ابوؒ کو تو ثواب خود بخود پہنچ ہی جاتے گا میں تو جب تراویح کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہدیہ پیش کرنے کی نیت کر لیتا ہوں"۔ والدہ صاحبہ کئی ماہ سے زور دے رہی تھیں کہ اس سال تو نے قرآن پاک ہر حال میں سُنانا ہے۔ شعبان میں والدہ صاحبہ سے کہنے لگا کہ آپ زور دے رہی ہیں میں نے اگر قرآن سُنایا تو تہلکہ مچ جائے گا۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ بڑا بول نہیں بولا کرتے کہنے لگا کہ "نہیں بڑا بول نہیں بول رہا ہوں"۔ اور واقعی ایسا ہی ہُوا کہ تہلکہ مچ گیا بڑا بول نہ تھا بلکہ پیش آئندہ واقعہ کا نطق تھا جو غیر شعوری اور بسا اوقات شعوری طور پہ قدرت بعض بندوں سے کراتی ہے۔ تراویح میں جو پارہ پڑھنا ہوتا بعد عصر راقم کو مسجد میں وہ پارہ بہت اہتمام اور انہماک سے سُنایا کرتا۔ آخری روز پارہ سُنانے کے بعد مجھے کہنے لگا محمود بھائی آج میرا کسی چیز میں دل نہیں لگ رہا، نہ گھر میں نہ باہر میں نے کہا کسی چیز کو تو دِل چاہ رہا ہوگا، کہنے لگا "بس یہ دِل چاہ رہا ہے کہ قرآن پڑھتا رہوں" میں نے کہا اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ پڑھتے رہو کہنے لگا مگر پڑھ پڑھ کر میرے جبڑے دُکھنے لگے ہیں، میں نے کہا ایسے پڑھو کہ جبڑے نہ دُکھیں آہستہ پڑھو یا دل دل میں یہ بھی پڑھنا ہی شمار ہوتا ہے، یہ گفتگو حادثہ پیش آنے سے صرف تین گھنٹے قبل اس نے مجھ سے کی جس سے اس وقت کی باطنی کیفیّت کی انتہائی خُوبی ظاہر ہوتی ہے۔

اگرچہ عمر اور عرفی اعتبار سے وہ ہم سب میں چھوٹا تھا، مگر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ کا مقبول تھا۔ اس کی نسبت بلند و قوی تھی اس کا اندازہ فاضل جامعہ مولانا عبد الحفیظ صاحب کے خواب سے ہوتا ہے جو اُنھوں نے جمعہ کے دن بعد فجر دیکھا وہ کہتے ہیں کہ مجھے علم نہ تھا کہ گزشتہ شب ٹیپو مرحوم کے دماغ کی شریان پھٹ گئی اور وہ خطرناک حالت میں ہسپتال داخل ہے۔ خواب دیکھا کہ جیسے

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات ہوگئی ہے اور ہم اُن کی تجہیز و تکفین کی فکر میں ہیں ـــــ اسی دوران مجھے ایک لڑکے نے گہری نیند سے اُٹھایا اور خبر دی کہ ٹیپو گزشتہ رات سے ہسپتال میں داخل ہے اور چند گھنٹوں کا مہمان ہے میں فوراً اُٹھا اور ہسپتال روانہ ہُوا اور مجھے خیال آتا رہا کہ شاید اس خواب سے مقصود میاں ہی مراد ہو۔

صوفیہ فرماتے ہیں بعض طبائع کسبی ہوتی ہیں اور بعض انعکاسی بسا اوقات انعکاسی طبائع بذریعہ عکس وہ کچھ حاصل کر لیتی ہیں جو کسبی طبائع برس ہا برس کی ریاضتوں کے بعد حاصل کر پاتی ہیں۔

ٹیپو میاں مرحوم کی طبیعت انعکاسی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت اقدس والد صاحب نور اللہ مرقدہ العزیز کی وفات کے ایک ہفتہ بعد ٹیپو میاں مرحوم نے اُن کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں "جہاں تو ہے وہاں میں ہُوں جہاں میں ہُوں وہاں تو ہے تو یہ نہ سمجھ کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔"

ممکن ہے اس سے اُن کے فیض روحانی کے انتقال کی طرف اشارہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اس کی وفات کے بعد بہت سے لوگوں نے اس کو خواب میں بہت اچھی حالت میں دیکھا شریعت مطہرہ نے مومن کے خواب کو ایک حد تک معتبر مانا ہے اس کی بُنیاد پر انسان اللہ تعالیٰ سے اُمّید بلکہ قوی اُمّید قائم کر سکتا ہے، البتہ خواب قطعی دلیل نہیں ہوتا سوائے انبیاء علیہم السّلام کے خواب کے کیونکہ وہ یقینی طور پر سچّے ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے سوائے مُبشّرات کے نبوّت میں سے کچھ باقی نہ رہا۔ صحابہ نے عرض کیا مبشّرات کیا چیز ہے۔ فرمایا اچھے خواب ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ اچھے خواب نبوّت کے چھیالیس حصّوں میں سے چھیالیسواں حصّہ ہیں آپ کی عادت طیّبہ تھی کہ فجر کی نماز کے بعد صحابہ کی طرف متوجہ ہوتے اور از خود دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے رات کوئی خواب دیکھا ہے اگر کسی صحابی نے دیکھا ہوتا تو خدمتِ اقدس میں عرض کر دیتا۔ (مشکوٰۃ کتاب الرؤیا)

میری بارہ تیرہ سالہ بھانجی نے خواب دیکھا بقول اس کے جیسے جنّت کا بہت بڑا سبزہ زار ہے اس میں ایک ہال کمرہ ہے اس کے بیچ میں ایک تخت بچھا ہے جو تخت پوش سے مزیّن ہے اس پر ٹیپو ماموں بیٹھے اللہ میاں سے باتیں کر رہے ہیں۔ میں قریب کھڑی ان سے کہہ رہی ہُوں کہ ٹیپو ماموں میری باتیں بھی اللہ میاں کو پہنچا دیں۔ میں نے اُن کو باتیں بتلائیں اُنھوں نے میری باتیں اللہ میاں کو پہنچا کر اُن کا جواب بھی مجھے بتلایا۔ ایک خاتون نے خواب میں دیکھا کہ بہت عمدہ

لباس زیبِ تن کیے سفید گھوڑے پر سوار ہے سر پر تاج ہے جس کی روشنی اس قدر ہے کہ مجھے اس کا چہرہ نظر نہیں آرہا۔ اس کی بڑی ہمشیرہ نے خواب میں دیکھا کہہ رہا ہے کہ ... باجی آپ نے تو میری بارات دیکھی ہی نہیں (یعنی کیا بتاؤں کتنی شاندار تھی) کسی کو خواب میں یہ بھی کہا کہ میں تو آرام سے سو گیا تھا "تین دن جنّت میں رہا" حدیث شریف میں ایسا ہی مضمون وارد ہوا ہے کہ فرشتے نیک رُوح سے کہتے ہیں نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ دُلہن یا دُلہا کی طرح سو جا۔ والدہ صاحبہ نے دیکھا کہ کہہ رہا ہے میں تو "عبدالرحمان" ہوں، کیوں نہ ہو سورہ رحمٰن کی تلاوت کرتے کرتے شہید ہونے والے کا انتساب رحمانی ہی ہونا چاہیے۔

عن علی رضؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکل شی عروس وعروس القرآن الرحمان مشکوٰۃ ص ۱۸۹ ج ۱

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ہر چیز کی دُلہن (زینت) ہوتی ہے اور قرآن کی دُلہن سورۂ رحمٰن ہے۔

مولانا نعیم الدّین صاحب نے خواب میں دیکھا تو پُوچھا بتلاؤ کیا رہا تو کہنے لگا میں تو شہید ہوں اور ہر جگہ آنے جانے کی مکمّل آزادی ہے مگر تین آدمی ایسے تھے جو بظاہر شہید تھے، مگر اللہ تعالیٰ کو اُن پر بہت غصّہ تھا اُن کو اللہ نے جہنّم میں ڈال دیا، کیونکہ دو آدمی اُن میں ایسے تھے جو بدعت کرتے تھے اور تیسرا شرک بھی کرتا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو اُن پر بہت ہی غصّہ تھا۔ والعیاذ باللہ۔ اس کی ہمشیرہ نے خواب میں دیکھا کہ کسی حکومت کی طرف سے اس کو ایک اعزاز دیا گیا ہے۔ وہ اعزاز قرآنِ پاک ہے جو تابوت نما بکس میں رکھا ہُوا ہے۔

ان تمام واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان ہر وقت موت کے لیے تیّار رہے کسی وقت بھی غفلت میں مبتلا نہ ہونا چاہیے، ان واقعات میں خاص طور پر نوجوانوں کے لیے بہت ہی بڑا درس ہے کیونکہ وہ عام طور پر یہی خیال کرتے ہیں کہ بہت عمر پڑی ہے، ابھی تو آزادی کا دَور ہے پڑھ لیں گے نمازیں، رکھ لیں گے روزے ابھی عمر ہی کیا ہُوئی ہے جو ڈاڑھی رکھی جائے، مگر اُنیس سالہ عزیز ٹیپو میاں مرحوم و مغفور کی موت خبردار کر رہی ہے کہ نہیں میرا جو وقت مقرر ہے میں اس پر آکر رہوں گی، کوئی طاقت مجھے میرے وقت مقررہ سے ہٹا نہیں سکتی لہٰذا ہر مُسلمان کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ اللہ کی کتاب قرآن پاک سے اپنے تعلّق کو خوب گہرا کرے اس کی تعلیمات پر عمل کرے اور اللہ کی عبادت میں لگا رہے یہاں تک کہ موت آجائے۔ عزیز مقصود میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃ

(بقیہ بر صفحہ ۵۶ پر)

آہ! اے مقصود میاںؒ

سمجھ رہا تھا مِرا دِل غموں کا خُوگر ہے
مگر یہ چوٹ ہے ایسی کہ یہ بھی مضطَر ہے

نہ پُوچھیے کہ یہ صدمہ ہے کس قدر جانکاہ
وہ کیفیّت ہے مِری جو بیاں سے باہر ہے

فسانہ دَرد کا لیکن کِسے سُناؤں مَیں
کِسے دکھاؤں مَیں جو زخم دِل کے اندر ہے

تو اپنی ماں کے لیے چاند تھا جو ڈُوب گیا
سماں اندھیرے کا طاری اَب اسکے دِل پر ہے

اُڑا کے نیند تو بہنوں کی ، دے گیا آنسُو
اَب اُن کا مشغلہ شب کو شمارِ اختر ہے

تڑپ رہے ہَیں تِرے بھائی اس لیے مقصودؒ
کہ تِری موت کا غم دِل میں مثلِ نشتر ہے

مہِ صیام ہے لَب پر ہے سورۂ رحمٰن
مِری نظر میں تِری بے ہُشی[1] کا منظر ہے

کسی کسی کو ہی ملتی ہے یہ مُبارک موت
خُدا کا گھر ہے ، کلامِ خُدا زباں پر ہے

جوان موت کسی کو خُدا نہ دکھلاتے
یہ ایسا زخم ہے ہر زخم سے جو بڑھکر ہے

غمزدہ سیّد سلمان گیلانی

[1] بے ہوشی

(قسط ۴ آخری)

فضیلت کی راتیں

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کی فضیلت

(۱) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَیْلَتَیِ الْعِیْدَیْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰہِ لَمْ یَمُتْ قَلْبُہٗ یَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ۔[۱]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے دونوں عیدوں کی راتوں میں ثواب کی نیت سے عبادت کی اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دِل مُردہ ہو جائیں گے۔

(۲) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ مَنْ قَامَ لَیْلَتَیِ الْعِیْدَیْنِ لِلّٰہِ مُحْتَسِبًا لَمْ یَمُتْ قَلْبُہٗ یَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ[۲]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے دونوں عیدوں کی راتوں میں ثواب کی نیت سے عبادت کی اس کا دِل اس دن نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دِل مر جائیں گے۔

(۳) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحْیَا لَیْلَةَ الْفِطْرِ وَلَیْلَةَ الْاَضْحٰی

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو (عبادت سے) زندہ رکھا اس کا دل

---

[۱] سنن ابن ماجہ ص۱۲۸ و رواہ المنذری فی الترغیب (ج ۲ ص۱۵۲) وقال رواہ ابن ماجہ و رواتہ ثقات الا ان بقیة مدلس وقد عنعنہ، [۲] شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص۳۴۱، فضائل الاوقات للبیہقی ص۳۱۲ سنن کبری للبیہقی ص۳۱۹ ج ۳

لَمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ [1]

اس دن نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔

④ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيَا اللَّيَالِيَ الْخَمْسَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ لَيْلَةَ التَّرْوِيَةِ وَلَيْلَةَ عَرَفَةَ، وَلَيْلَةَ النَّحْرِ وَلَيْلَةَ الْفِطْرِ وَلَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، [2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے پانچ راتیں زندہ رکھیں اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ (۱) آٹھویں ذی الحجہ کی شب (۲) نویں ذی الحجہ کی شب (۳) عیدالاضحی کی رات (۴) عیدالفطر کی رات (۵) پندرہویں شعبان کی رات

⑤ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَمْسُ لَيَالٍ لَا يُرَدُّ فِيْهِنَّ الدُّعَاءُ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ وَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ رَجَبٍ وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلَيْلَتَا الْعِيْدِ [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں کی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی (۱) شب جمعہ (۲) رجب کی پہلی رات (۳) شعبان کی پندرہویں شب (۴) عیدالفطر کی رات (۵) عیدالاضحی کی رات،

مذکورہ احادیث و آثار سے عیدالفطر اور عیدالاضحی کی راتوں کی درج ذیل فضیلتیں ثابت ہو رہی ہیں۔

① ان دونوں راتوں میں عبادت کرنے والوں کے دل اس دن زندہ رہیں گے جس دن لوگوں کے دل مُردہ ہوں گے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں "یعنی فتنہ و فساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھا جاتی ہے ان کا دل زندہ رہے گا اور ممکن ہے کہ صور پھونکے جانے کا دن مراد ہو کہ اُن کی رُوح بیہوش نہ ہوگی"۔[4]

② ان راتوں کو زندہ رکھنے والوں کے لیے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ان راتوں میں جاگ کر ذکرِ الٰہی اور عبادت میں لگے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنا خاص فضل و کرم فرمائیں گے کہ اُنھیں جنّت کی دولت سے سرفراز فرما دیں گے۔

---

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر بحوالہ الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۳ [2] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۲ [3] شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۲ فضائل الاوقات للبیہقی ص ۳۱۲، مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷ [4] فضائل رمضان ص ۵۷۔

(۳) ان راتوں میں کی جانے والی دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔

عیدین کی راتوں کی ناقدری

عیدین کی راتوں کی ان فضیلتوں کے پیشِ نظر چاہیے تو یہ تھا کہ ان میں شب بیداری اور عبادت گذاری کی جاتی، خُدا کو منایا جاتا، اس کو راضی کیا جاتا، اس سے دینِ دُنیا کی فلاح و کامیابی کی دُعائیں کی جاتیں، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ لوگ ان شبوں کی انتہائی ناقدری کرتے ہُوئے اُنھیں مختلف قسم کے لغو و لایعنی کاموں میں گزار دیتے ہیں۔

مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی دامت برکاتہم نے بطورِ مثال عید الفطر کی شب کیے جانے والے بعض فضول و لایعنی کام ذکر فرماتے ہیں۔ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

- بعض لوگ یہ مُبارک رات مختلف کھیلوں میں مصروف ہو کر گزار دیا کرتے ہیں مثلاً شطرنج، چوسر، لوڈو، کیرم بورڈ اور جدید دیگر ہار جیت والے کھیلوں میں جن میں شطرنج اور چوسر تو حرام ہی ہیں اور باقی کھیل بھی شرائطِ جواز مفقود ہونے کی بناء پر ناجائز ہوتے ہیں بالفرض اگر کوئی کھیل جائز بھی ہو تب بھی یہ مُبارک رات لہو و لعب کے لیے نہیں، عبادت و طاعت کے لیے ہے اس کو عبادت ہی میں مشغول رکھنا چاہیے اور جائز اور مباح کھیلوں سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔
- بہت سے لوگ ٹی وی کے پروگرام دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں، حالانکہ ٹی وی متعدد مفاسد اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جس کی بناء پر اس کو دیکھنا جائز نہیں، اگرچہ پروگرام مذہبی یا تعلیمی نوعیت کا ہو، پھر اس مقدس شب میں اس لعنت میں مبتلا ہونا اس کے گناہ کو اور بھی سخت کر دیتا ہے اس لیے اس نامراد چیز سے بالعموم اور اس مُبارک شب میں بالخصوص اجتناب کرنا لازم ہے۔
- بعض لوگ اس مُبارک رات میں بازاروں کی سجاوٹ، چمک دمک، خریداروں کی کثرت دیکھنے کے لیے بازاروں میں تفریح کرتے ہیں اور اس طرح رات کا اکثر و بیشتر حصہ ضائع کرتے ہیں جبکہ بازار روئے زمین پر حق تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ بدتر اور مبغوض ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ بازار اکثر گناہوں کا اور بڑے بڑے گناہوں کا مرکز ہیں مثلاً عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ خرید و فروخت کرنا اور بازاروں میں گھومنا، گانا بجانا عام ہونا، دھوکہ

فریب، جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا ہونا، کم تولنا اور ناپنا، ملاوٹ وغیرہ کرنا۔ اس لیے بازار میں تو تمام گناہوں سے حتی الامکان بچتے ہوئے ضرورت کے وقت بقدرِ ضرورت ہی جائے ورنہ بلا ضرورت بازاروں میں تفریح کرنے والے بھی طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس طرح اس مبارک رات میں بجائے کچھ حاصل کرنے کے اور گناہوں میں مشغول ہونا اور حق تعالیٰ کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ میں بلا ضرورت جانا اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے محروم کرنا ہے۔

- بعض لوگ اس رات کو ہوٹلوں میں ٹھنڈے گرم مشروبات پینے میں مصروف ہو کر اور گھنٹوں اِدھر اُدھر کی فضول باتوں بلکہ گناہ کی باتوں میں مشغول ہو کر اس مقدس شب کا بہترین اور اکثر حصّہ ضائع کرتے ہیں جو سراسر محرومی ہے اور گناہوں کا ارتکاب جُدا ہے۔
- بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنھیں اس شب کی عظمت و فضیلت ہی کا علم نہیں، اس لیے وہ کبھی اس رات میں ذکر و فکر، عبادت اور تسبیح و مناجات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اس طرح وہ اپنی جہالت و نادانی سے بیسیوں راتیں گنوا چکے ہیں اور اُن کی اس جہالت نے اُنہیں آخرت کے ثوابِ عظیم سے محروم کیا ہُوا ہے جو بڑے ہی خسارہ کی بات ہے۔
- بعض لوگ جنھیں اس رات کی عظمت و فضیلت کا علم ہے۔ دین اور علم دین سے اُن کو نسبت ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ وہ بھی اس کو کوئی اہمیّت نہیں دیتے، اگر کوئی غلطی سے اُنہیں اس طرف توجہ دلادے تو فوراً یہ جواب ملتا ہے کہ" اس رات میں جاگنا کوئی فرض و واجب نہیں۔ بیشک اس رات میں جاگنا اور عبادت وغیرہ کا اہتمام کرنا فرض و واجب نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلّم کی کیا یہ سب ترغیبات فضول ہیں؟ اور اسی قابل ہیں کہ اُنہیں غیر فرض قرار دے کر رَد کر دیا جاتے آخر ان ترغیبات کا کون مکلّف ہے؟ اہل علم تو اُنھیں غیر ضروری قرار دے کر ٹھکرا دیں اور عوام اپنی جہالت و ناواقفیّت کی بنا پر اہتمام نہ کریں تو پھر اُمّت میں سے کون اُن پر عمل کرے گا؟ ذرا بتلائیے! آخرت کے اتنے عظیم ثواب اور رضائے الٰہی اور حصولِ جنّت سے اپنے آپ کو محروم کرنا کیا کوئی خسارہ کی بات نہیں اور کیا یہ چیزیں آپ حاصل کر چکے ہیں؟ اگر نہیں تو اس استغناء سے پناہ مانگیے اور

استغفار کیجیے

بعض تاجر اس شب میں دُنیاوی مصروفیت کو کم کرنے کے بجائے اور بڑھا لیتے ہیں اور اس میں اس قدر منہمک اور مصروف ہوتے ہیں کہ بسا اوقات اس دُھن میں فرض نمازیں بھی قربان ہوجاتی ہیں جو کسی طرح بھی جائز نہیں ایسے تاجر اگر کاروباری مصروفیت کم نہیں کر سکتے اور اس رات کو ذکر و تلاوت اور عبادت و طاعت میں نہیں گزار سکتے تو کم از کم فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کر کے اور چلتے پھرتے ذکر و دُعا کے ذریعہ کسی نہ کسی درجہ میں وہ بھی اس شب کی فضیلت حاصل کر سکتے ہیں۔

بات اصل میں فکر و طلب اور قدر و قیمت کی ہے، جس کے دل میں ذرا بھی اس کی اہمیت ہے اور فکر ہے وہ سخت سے سخت مشغولیت میں بھی اس فضیلت کو حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گا اور جس کو طلب نہیں، دُنیا اور دُنیاوی منافع ہی اس کی نظر میں اصل مقصود ہیں تو اس کے دل میں ان باتوں سے اعتراض ہی پیدا ہوگا اور اس کا نفس طرح طرح کے حیلے بہانے پیش کر کے بالآخر اس کو اس شب کی برکات سے محروم کر دیگا حق تعالیٰ محفوظ رکھے۔"[1]

مفتی صاحب نے تو عید الفطر کی شب کی جانے والی خرافات ذکر فرماتی ہیں بعینہ یہی حال عید الاضحیٰ کی شب میں بھی ہوتا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم زندگی کے ان لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے ان راتوں کی قدر کریں اور اُنہیں لغو و لایعنی کاموں میں گزارنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں گزاریں۔

ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتوں کی فضیلت

قرآن و حدیث سے ماہِ ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتوں کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے ان راتوں کی قسم کھائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾	قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت
وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا	اور طاق کی اور اس رات کی جب رات کو چلے۔
يَسْرِ ﴿۴﴾ (۸۹ : ۱-۴)	(ترجمہ، حضرت شیخ الہندؒ)

[1] ماہنامہ البلاغ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ ص ۳۱

ان چار آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے۔

(۱) فجر کی (۲) دس راتوں کی (۳) جفت کی (۴) طاق کی (۵) رات کی

دس راتوں سے جمہور مفسّرین نے (جن میں حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ، مجاہد، سُدّی، ضحاک، کلبی رحمہم اللہ بھی شامل ہیں) ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں مراد لی ہیں۔ اس کی تائید ایک مرفوع روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ کے متعلق فرمایا۔

"وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ قَالَ الْعَشْرُ عَشْرُ الْاَضْحٰى، وَالْوَتْرُ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَالشَّفْعُ يَوْمُ النَّحْرِ" [۱]

فجر سے مراد صبح اور عشر سے مراد عشرۂ نحر ہے (یعنی ذی الحجۃ کا پہلا عشرہ جس میں یوم النحر شامل ہے) اور وتر سے مراد یوم عرفہ (نویں ذالحجہ) اور شفع سے مراد یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) ہے

مذکورہ دس راتوں کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

"مَا مِنْ اَيَّامٍ مِنْ اَيَّامِ الدُّنْيَا الْعَمَلُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يُتَعَبَّدَ لَهٗ فِيْهَا مِنْ اَيَّامِ الْعَشْرِ، يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ" [۲]

دُنیا کے روز و شب میں سے وہ روز و شب جن میں اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت زیادہ محبوب ہو ذی الحجۃ کے ابتدائی دس دنوں سے بڑھ کر کوئی نہیں اُن کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور اُن میں ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں ان مُبارک راتوں میں اپنی عبادت کی توفیق عطا فرماتے اور اپنے فضل و کرم سے ہماری مغفرت فرماتے وما علینا الا البلاغ المبین۔

---

[۱] فضائل الاوقات ص ۳۴۰ قال محققہ اسنادہ صحیح، شعب الایمان ج ۳ ص ۳۵۲ مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۲۰ وذکرہ الہیثمی فی مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۳۷ وقال رواہ البزار واحمد ورجالہما رجال الصحیح غیر عیاش بن عقبۃ وہو ثقۃ۔

[۲] فضائل الاوقات للامام البیہقی ص ۳۴۶ وقال محققہ اسنادہ ضعیف، شعب الایمان ج ۳ ص ۳۵۵

میرا سلام لے جا

سلیمہ بنت حامد بن محمد

○

قسمت کے آسماں پر سیمائے کہکشاں پر
چمکا تیرا ستارہ
اس دَر پہ حاضری کا تُجھ کو ہُوا اشارہ
اے بختیار بندے!
اے کامگار بندے!
تیری مراد بندی تقدیر کی بلندی
تُجھ کو پُکارتی ہے
آ: باریاب ہو جا
اے ذرّۂ محبّت جا آفتاب ہو جا
دربار میں چلا ہے
سرکار میں چلا ہے
رختِ سفر اُٹھا لے اللہ کے حوالے
طَیبَہ کے جانے والے بس اک پیام لے جا
میرا سلام لے جا
میری یہ سَرد آہیں یہ منتظر نگاہیں
ان کا خیال کرنا
لیکن نہیں مناسب کچُھ عرضِ حال کرنا
وہ جانتے ہیں سب کچھ پہچانتے ہیں سَب کچھ
ناشاد ـــــ آرزُوئیں برباد ـــــ آرزُوئیں
بیتاب ہو رہی ہیں
تاہم خموش رہنا

آنکھوں سے دیکھتا جا منہ سے مگر نہ کہنا
یہ صُبح و شام میرے
سب سامنے ہیں تیرے
ان سے کوئی بھلائی دیتی نہیں دکھائی
لے جا سکے تو لے جا یہ صُبح و شام لے جا
میرا سلام لے جا
ہر چیز کھو چُکا ہُوں برباد ہو چکا ہُوں
یہ زندگی ہے میری
اس وقت پاس میرے شرمندگی ہے میری
کُچھ ارمغاں نہیں ہے
جُز این و آں نہیں ہے
مفلس ہوں بے نوا ہوں کُچھ بھی نہیں میں کیا ہوں
تحفے نہ مانگ مجھ سے
نادم نہ کر خدا را
دِل تیرے پاس ہو تو دے دے مجھے ادھارا
میرا کلام کیا ہے
یہ جنسِ خام کیا ہے
یہ ارمغاں خوشی سے چاہے تو ہاں خوشی سے
اے مہرباں خوشی سے یہ جنسِ خام لے جا
میرا سلام لے جا
فریاد و ہاؤ ہو ہیں صہبائے آرزو ہیں
وہ جوش ہی نہیں ہے
ٹوٹا ہُوا بھی ہے دِل خاموش ہی نہیں ہے
سرشار ہونے والی شے ہو چُکی ہے خالی
میخانۂ یقیں سے اس کیفِ بہتریں سے

ایمانِ آتشیں سے
پھر اِس کو بھر کے لانا
پینے چلا ہے تو بھی اور مجھ کو بھی پلانا
ٹوٹا ہُوا ہے بے شک
پھُوٹا ہُوا ہے بے شک
ہے عرضِ دست بستہ گو دُور کا ہے رستہ
اور جام بھی شکستہ لیکن یہ جام لے جا
میرا سلام لے جا
یہ اشک ریز آنکھیں طوفان خیز آنکھیں
اَب خشک ہو چکی ہیں
دریا کہاں سے لائیں قطرے کو رو چُکی ہیں
ورنہ یہ آرزو تھی
مُدّت سے جستجو تھی
کشتی بنا کے دِل کو اور پھر سجا کے دِل کو
یثرِب کے جانے والے
اس میں تجھے بٹھاؤں
دریائے سرمدی کے ساحل پہ لے کے جاؤں
خیر، اے دلیر! اچّھا
ہوتی ہے دیر، اچّھا
جا ہر طرح سلامت لے جا میری محبّت
لے جا میری عقیدت میرا سلام لے جا
میرا سلام لے جا

(قسط: ۳)

"فقہ حنفی"
اور اُس کی خصوصیات و اَوّلیات

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
صدر مدرس دار العلوم سبیل السّلام، حیدر آباد، دکن۔

حیلۂ شرعی

فقہ حنفی کی خصوصیات پر گفتگو تشنہ رہے گی اگر "حِیَل" کے بارے میں کچھ عرض نہ کیا جائے، حیلہ کے اصل معنیٰ معاملات کی تدبیر میں مہارت کے ہیں، الحذق فی تدبیر الامور[1] شریعت کی اصطلاح میں حرمت و معصیت سے بچنے کے لیے ایسی خلاصی کی راہ اختیار کرنے کا نام ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو[2]

کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ایک مستقل کتاب "الحیل" تالیف کی تھی جس کے متعلق ابن مُبارکؒ کا خیال تھا کہ جو ان حیلوں سے کام لے گا اور فتوٰی دے گا۔ اس کا حج باطل ہو جائے گا، اور اس کی بیوی بائنہ ہو جائے گی۔ یستعملہ او یفتیہ فقد بطل حجہ و بانت امراتہ[3] لیکن امام ابوحنیفہؒ کی طرف اس کی نسبت صحیح نظر نہیں آتی، اس لیے کہ نہ اِس وقت دنیا میں کہیں اس کتاب کا وجود ہے اور نہ ہی امام ہمام کی سوانح میں عام طور پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز یہ بات بھی قرینِ قیاس نہیں کہ ابن مُبارکؒ نے ایسی بات کہی ہو اس لیے کہ ابن مُبارکؒ کا امام ابو حنیفہؒ کی مدح میں رطب اللسان ہونا اور امام صاحب کے علم اور ورع و تقوٰی کا اعتراف کرنا ایک ایسی معروف حقیقت ہے جو اہلِ علم کے لیے چنداں محتاج اظہار نہیں ـــ امام محمدؒ کی طرف بھی اسی طرح کی ایک کتاب منسوب ہے لیکن امام محمدؒ کی طرف بھی اس کتاب کی نسبت مشکوک اور مختلف فیہ ہے، ابو سلیمان جوازنیؒ نے شدّت سے اس کا انکار کیا ہے اور اس کو کذب والحاق قرار دیا ہے، لیکن ابو حفص

---

[1] الاشباہ والنظائر ص۴۰۶ [2] المبسوط ۳۰/۲۱۰ [3] ابو حنیفہ ص۴۲۱

نے اس انتساب کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی طرف امام سرخسیؒ کا رجحان ہے[1]

افسوس کہ حِیَل کا یہ فن جو احناف کے کمال ذکاوت، اُمّت کو حرام سے بچانے کی سعی اور شریعت کی حدود اربعہ میں رہتے ہوئے انسانیت کو حرج سے بچانے کے محمود جذبات کا عکاس تھا، اُمّت کے ایک طبقہ کے طعن کا باعث بن گیا، حالانکہ احناف کے نقطۂ نظر کا انصاف اور حقیقت پسندی کے ساتھ مطالعہ کیا جاتا اور صرف حیلہ کی تعبیر پر توجّہ مرکوز نہ رکھی جاتی تو ان حضرات کی ساری غلط فہمیاں آپ سے آپ دُور ہو جاتیں۔ چنانچہ سرخسیؒ کا بیان ہے۔

فالحاصل ان مایتخلص به الرجل من الحرام اویتوصل به الی الحلال من الحیل فهوحسن و انما یکره ذالک ان یحتال فی حق الرجل حتی یبطله او فی باطل حتی یموهه ... فما کان علی هذا السبیل فهو مکروه - و کان علی السبیل الذی قلنا اولاً فلا بأس به[2]

حاصل یہ ہے کہ وہ حیل جن کے ذریعہ انسان حرام سے خلاصی یا حلال تک رسائی کا خواہاں ہو، بہتر ہے، ہاں، کسی کے حق کا ابطال یا باطل کی ملمع سازی مقصود ہو تو ناپسندیدہ ہے ... غرض حیلہ کی یہ راہ نادرست اور پہلے ذکر کی گئی صورت جائز ہے۔

اس وضاحت کے بعد کسی صاحبِ انصاف کے لیے احناف کے نقطۂ نظر سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ہمارے فقہاء نے عام طور پر عبادات میں حیلہ سے گریز کیا ہے، امام ابوبکر خصافؒ کی تالیف "کتاب الحیل والمخارج" میں عبادات میں صرف چند حیلہ ذکر کیا گیا ہے، اگر کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو اور کوئی مستحق زکوٰۃ اس کا مقروض ہو جو قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہو، تو اس کے لیے اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ اس مقروض کو اپنی زکوٰۃ دے دے اور پھر اس سے وہی رقم بطور ادائے قرض کے وصول کر لے، اسی طرح اگر میّت کی تدفین میں زکوٰۃ خرچ کرنے پر مجبور ہو تو یوں کرے کہ متوفی کے لوگوں کو زکوٰۃ دے دے اور اسے کفن میں خرچ

---

[1] دیکھیے الاشباہ والنظائر ص ۴۰۶ [2] المبسوط ۳۰/۲۱۰۔

کر دے، مسجد تعمیر کرنی ہو تو اس علاقہ کے فقراء کو زکوٰۃ دے دے کہ وہ بطورِ خود مسجد تعمیر کرلیں، نیز یہ احتیاط بھی برتے کہ خاص تعمیر کے لیے نہ دے بلکہ کہے کہ یہ تمہارے لیے صدقہ ہے۔ "لا یدفع الیھم للبناء بل یقول ھذہ صدقۃ علیکم"[1] غور کیجیے کہ حیلہ کی ان صورتوں میں کہیں تحریم حلال اور فرائض و واجبات سے پہلو تہی کا کوئی جذبہ نظر آتا ہے؟ خود امام ابو حنیفہؒ سے طلاق وغیرہ کے مسائل میں جو حیلے منقول ہیں اور جو آن کی حیرت انگیز اور تعجب خیز ذکاوت کا مظہر ہیں، وہ بالکل اسی نوع کے ہیں، اور حیلہ کے ناقدین جیسے امام ابن تیمیہؒ نے بھی اس کی داد دی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ جو حیلہ کے زبردست ناقد اور اس کے منکر سمجھے جاتے ہیں اور جنھوں نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ "اعلام الموقعین" میں اس موضوع پر گفتگو کی ہے، خود اُن کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ حیلہ کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ جس کا مقصد ظلم کو قبل از وقت روکنا ہو، دوسرے وہ کہ جو ظلم ہو چکا ہو اس کو دفع کیا جائے۔ تیسرے جس ظلم کو دفع کرنا ممکن نہ ہو اس کے مقابلہ میں اس طرح کا عمل کیا جائے، خود ابن قیمؒ کا بیان ہے کہ پہلی دونوں صورتیں جائز ہیں اور تیسری صورت میں تفصیل ہے۔[2] رہ گیا حقِ شفعہ کو ساقط کرنے یا زکوٰۃ کے وجوب سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا جس کے جواز کی نسبت امام ابو یوسفؒ کی طرف کی گئی ہے اور امام محمدؒ نے اس کو شد و مد سے مکروہ قرار دیا ہے۔ اوّل تو مشائخ احناف نے امام محمدؒ کی رائے پر فتوٰی دیا ہے، ومشائخنا اخذوا بقول محمد رحمہ اللہ[3] دوسرے امام ابو یوسفؒ کے ورع و احتیاط کو دیکھتے ہوئے آن کی طرف اس رائے کی نسبت خاصی مشکوک معلوم ہوتی ہے۔

پس "حیل" کا اگر صحیح مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ عین رحمت اور دین کے مزاج "یسر اور رفع حرج" کے عین مطابق ہے اور اس باب میں فقہائے احناف کی ذکاوت و طباعی ایک ناقابلِ انکار حقیقت!

اُصول فقہ میں فقہ حنفی کی خصوصیات

اُصول فقہ میں فقہ حنفی کی کیا خصوصیات اور امتیازات ہیں؟ اِن پر روشنی ڈالنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس امر کی وضاحت

---

[1] ابو حنیفہ ص۴۲۷ بحوالہ الحیل والمخارج ص۱۰۳ مطبوعہ جرمنی [2] اعلام الموقعین ۲۶/۴ [3] الاشباہ والنظائر ص۴۰۷

کر دی جاتے کہ جو اُصول ہمارے یہاں مقرر کیے گئے ہیں، وہ براہِ راست امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے تلامذہ سے منقول نہیں ہیں بلکہ اُن کی آراء کو سامنے رکھتے ہوئے بعد کے فقہاء نے وضع کیے ہیں، یہ اُصول استقراء اور تخمین پر مبنی ہیں، البتہ بعد کے فقہاء نے احکام کی تخریج اُنہی اُصولوں کو سامنے رکھ کر کی ہے، خاتم المحققین حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس اہم نکتہ کی طرف اپنی مختلف تحریروں میں توجہ دلائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں۔

"عندی ان المسألة القائلة بان الخاص بیّن ولا یلحقه البیان وان الزیادة نسخ وان العام قطعی کالخاص و ان لا ترجیح بکثرة الرواة و انه لا یجب العمل بحدیث غیر الفقهیه ... وامثال ذالك اصول مخرجة علی کلام الائمة وانها لا تصح بها روایة عن ابی حنیفة وصاحبیه"

میری تحقیق یہ ہے کہ "خاص واضح ہے اور محتاج بیان نہیں، لہٰذا اس پر زیادتی نسخ ہے اور یہ کہ عام بھی خاص ہی کی طرح قطعی ہے، کثرت رواۃ وجہ ترجیح نہیں، غیر فقہیہ کی حدیث پر عمل واجب نہیں ... وغیرہ" وہ اُصول ہیں جن کا ائمہ کے کلام سے استنباط کیا گیا ہے، امام ابوحنیفہ اور صاحبین سے ان اصول کی نقل روایت صحیح نہیں۔

مصادر شرعیہ کے مدارج کی رعایت

مختلف دلائل کے درجات و مراتب کی رعایت اور اُن میں غایت درجہ توازن و اعتدال فقہ حنفی کا نمایاں وصف ہے یہی وجہ ہے کہ کتاب اللہ کی اوّلیت اور اُس کی بالاتری کا یہاں قدم قدم پر لحاظ رکھا جاتا ہے، حدیث سورۂ فاتحہ کو نماز کے لیے ضروری قرار دیتی ہے، قرآن کہتا ہے کہ قرآن پڑھا جائے تو سکوت اور گوش بر آواز رہنا ضروری ہے، حنفیہ نے ان دونوں کو اپنی اپنی جگہ رکھا۔ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کو واجب قرار دیا لیکن اقتداء کر رہا ہو تو کہا کہ امام کی قرأت اصالۃً اپنی طرف سے اور نیابۃً اپنے مقتدیوں کی طرف سے ہے۔ فان قراءة الامام له قراءة ___ حدیث سے نیت کی تاکید ثابت ہے، قرآن نے جہاں تفصیل کے ساتھ ارکان وضوء کا ذکر کیا ہے، نیت کے بارے میں کچھ نہیں کہا ہے۔ احناف نے دونوں پر عمل کیا، وضو کے انہی افعال کو رُکن قرار دیا جن کا ذکر قرآن میں

ہے لیکن نیت کو بھی مسنون کہا تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے۔

احادیث سے آمین کا ثبوت ہے، روایات جہر کی بھی ہیں اور سرّ کی بھی، لیکن خود قرآن مجید نے دُعا کا جوادب بتایا وہ یہ کہ کیفیت میں خشوع اور تضرع ہو اور آواز میں خفاء[1] حنفیہ نے دونوں کی رعایت کی، ہدایت قرآنی کے مطابق آمین آہستہ کہی جاتے اور جہر کی حدیث کو ابتداءِ اسلام یا تعلیم و تربیت کے نُقطہ نظر سے آپ کا وقتی عمل سمجھا جاتے، تاکہ کسی کا انکار کرنے کی نوبت نہ آئے۔

نصوص سے غایت اعتناء

اُصول فقہ میں احناف کی دوسری خصوصیت نصوصِ شرعیہ سے غایت درجہ اعتناء ہے، اصحاب رائے خبر واحد کے مقابلہ میں قیاس کو قابلِ ترجیح تصوّر کرتے تھے، خود عبد اللہ بن عباسؓ کا رجحان بھی شاید اسی طرف تھا، حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ روایت نقل کی کہ آگ میں پکی ہوئی چیزوں کے استعمال سے وضو ٹوٹ جائے گا تو ابن عباسؓ نے قیاس ہی سے اس کا رد فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو گرم پانی سے وضو کرنے کا حکم کیا ہوگا۔ لوتوضات بماء سخن ؟ اسی طرح جب یہ روایت آپ تک پہنچی کہ جنازہ اُٹھانے والے پر وضو واجب ہے من حمل فلیتوضأ تو فرمایا کہ کیا خشک لکڑیوں کے اُٹھانے سے ہم پر وضو واجب ہو جائے گا۔ اتلزمنا الوضوء عیدان یابسة ؟ —— امام ابو حنیفہؒ گو اصحاب رائے میں شمار کیے جاتے ہیں مگر آپؒ نے خبر واحد کو قیاس پر مقدم رکھا، ابن ہمامؒ کا بیان ہے:

"اذا تعارض خبر الواحد والقیاس بحیث لاجمع بینهما ممکن قدم الخبر مطلقا عند الاکثرین منهم ابوحنیفة والشافعی واحمد"[2]

خبر واحد اور قیاس میں ایسا تعارض واقع ہو جائے کہ دونوں کے درمیان تطبیق ممکن نہ رہے تو اکثر علماء کے نزدیک خبر واحد مقدم ہوگی، یہی رائے امام ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کی ہے۔

پھر چونکہ قرآن مجید کی اوّلیت اور استناد و اعتبار کے لحاظ سے اس کے تفوق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے احناف نے خبر واحد کے ذریعہ کتاب اللہ کے عموم کی تخصیص اور اطلاق کی تقیید کی اجازت نہیں دی ہے لہٰذا ان فقہاء نے خبر متواتر اور خبر واحد کے درمیان حدیث کی ایک قسم مقرر فرمائی اور اس کو "خبر مشہور"

---

[1] اُدعوا ربکم تضرعا وخفیة انه لا یحب المعتدین [2] التقریر والتحبیر ۲/ ۲۱۸

سے تعبیر کیا ، ایسی روایت جو قرنِ اوّل میں تو خبرِ واحد ہی رہی ہو لیکن اس کے بعد اس کو قبول عام حاصل ہوگیا ہو اس کے ذریعہ کتاب اللہ میں تخصیص اور تقیید وغیرہ کی اجازت دی —— اس طرح خبرِ واحد کا ایک قابلِ لحاظ حصّہ اپنے ظاہری مفہوم کے ساتھ مقبول اور معمول ہوگیا۔

حدیث مرسل یعنی وہ حدیث جس کو تابعی نے براہِ راست رسول اللہؐ سے نقل کیا ہو اور درمیانی واسطہ یعنی صحابی کا ذکر نہیں کیا ہو، امام شافعیؒ کے نزدیک مقبول نہیں ہے ، امام ابوحنیفہؒ نے بعض خاص شرطوں اور تفصیلات کے ساتھ مرسل روایات کو بھی قبول کیا ہے ، اس طرح جہاں مرسل پر عمل کرکے احناف نے روایات کے ایک قابلِ لحاظ حصّہ پر عمل کیا ہے۔ وہیں بعض احتیاطی شرطیں عائد کرکے اس بات کا اطمینان بھی کرلیا کہ غیر مقبول راویوں کی روایت پایۂ اعتبار حاصل نہ کرلے —— بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چونکہ عبادت میں قیاس ورائے کو اصلاً دخل نہیں ہے اور اس میں اصل ممانعت ہے تا آنکہ اس بات پر کوئی نص موجود ہو اسی لیے احناف نے بعض مواقع پر عبادات میں ضعیف روایات کو بھی قبول کیا ہے، نماز میں قہقہہ کا ناقض وضو ہونا اس کی واضح مثال ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ —— جن کو حاسدین نے قیاس ورائے کے لیے مطعون کیا ہے بہ مقابلہ دوسرے فقہاء کے قیاس کا استعمال کم کرتے ہیں، چنانچہ آپ نے آثارِ صحابہ کو بھی حجت مانا ہے، خود امام ابوحنیفہؒ سے جو اُن کا طریق اجتہاد منقول ہے، وہ اس طرح ہے۔

"انما اعمل اولاً بكتاب الله ثم بسنة رسول الله ثم باقضية ابى بكر وعمر وعثمان وعلى رضى الله عنهم ثم باقضية بقية الصحابة ثم اقيس بعد ذالك اذا اختلفوا"[1]

مَیں اوّل کتاب اللہ پر، پھر سُنت رسول پر پھر خلفاء اربعہؓ کے فیصلہ جات اس کے بعد دوسرے صحابہ کے فیصلوں پر عمل کرتا ہوں، اگر صحابہ میں اختلاف ہوتا ہے تو قیاس سے کام لیتا ہوں۔

—— نیز صحابہ کے درمیان اختلاف کی صُورت میں بھی آپ نے فرمایا کہ " انھی میں سے کسی ایک

---

[1] المیزان الکبریٰ ۱/۶۲

کو اختیار کرتا ہُوں، ہاں جب معاملہ تابعین تک آتا ہے تو مَیں بھی اُنہی کی طرح اجتہاد کرتا ہُوں" وماجاءنا عن اصحابہ تخیرنا وماجاء عن غیرھم فھو رجال ونحن رجال [1] اصل میں فقہائے احناف کا نُقطۂ نظر یہ ہے کہ جن مسائل میں قیاس و اجتہاد کی گنجائش نہیں اُن میں صحابہ کی رائے "حدیث رسول" کے درجہ میں ہوگی۔ کیونکہ ضرور ہے کہ ان حضرات نے آپ سے سُن کر یا آپ کو دیکھ کر ہی یہ رائے قائم کی ہوگی، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے حیض کی کم سے کم مُدّت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن، حضرت انسؓ اور حضرت عثمانؓ بن ابی العاص ہی کی آراء پر مقرّر کی ہے۔

نقدِ حدیث میں اُصولِ درایت سے استفادہ

امام ابوحنیفہؒ نے حدیث کو پرکھنے کے لیے "درایت" سے فائدہ اُٹھانے کی طرح ڈالی اور اس کے لیے دو صُورتیں اختیار کیں، اوّل خود حدیث کے متن اور اس کے مضمون پر نظر ڈالی کہ آیا یہ دین کے مجموعی مزاج سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسی اخبار آحاد کی کوئی مناسب تاویل کی اور اس پر رائے کی بُنیاد نہیں رکھی، دوسرے راوی پر بھی غور کیا کہ خود راوی میں حدیث کے مضمون کو پُوری طرح سمجھنے اور منشاء نبوی ؐ تک پہنچنے کی صلاحیت ہے یا نہیں کہ کبھی راوی معتبر ہوتا ہے، مگر غلط فہمی سے بات کچھ کا کچھ ہوجاتی ہے، یا اگر دو روایتیں متعارض نظر آئیں اور تاویل و توجیہ کے ذریعہ ان میں تطبیق کی گنجائش بھی نہ رہی تو جس مضمون کی روایت زیادہ فقیہ راویوں سے مروی ہو اُس کو ترجیح دیتے ہَیں اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا وہ واقعہ معروف ہے کہ مکّہ (دار الحناطین) میں امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کی ملاقات ہُوئی، امام اوزاعیؒ نے دریافت کیا کہ آپ حضرات رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد "رفع یدین" کیوں نہیں کرتے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ صحیح طور پر اس کا ثبوت نہیں ہے، اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ مجھ سے زہریؒ نے سالمؒ اور اُن کے والد عبداللہ بن عمرؓ کے واسطہ سے حضورؐ کا رفع یدین کرنا نقل کیا ہے، امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ مجھ سے حمادؒ، اُن سے ابراہیمؒ، ابراہیمؒ سے علقمہؒ و اسودؒ اور ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ صرف آغاز نماز ہی میں رفع یدین فرمایا کرتے تھے، امام اوزاعیؒ کے پیشِ نظر یہ بات تھی کہ اُن کے اور رسول اللہؐ کے درمیان صرف تین ہی واسطے ہَیں اور وہ بھی ایسے کہ

---

[1] حوالۂ سابق صـ ۷ -

اپنے اعتبار اور ثقاہت کے لحاظ سے حدیث اور روایت کی دُنیا کے مہر وماہ ہیں ـــــ امام ابو حنیفہ رح نے اپنے نقطۂ نظر کی ترجمانی اس طرح کی کہ حمادؒ زہریؒ سے اور ابراہیمؒ سالمؒ سے زیادہ فقیہ ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا شرف صحبت ملحوظ نہ ہوتا تو میں کہتا کہ علقمہؒ ان سے زیادہ فقیہ ہیں اور عبداللہ بن مسعودؓ تو عبداللہ بن مسعودؓ ہی ہیں [1]

تاہم، یہاں اس بات کی وضاحت مناسب ہوگی کہ امام ابو حنیفہ رح کا یہ اُصول کوئی طبع زاد اور خود ساختہ نہیں تھا۔ خود صحابہ کے دَور میں ہمیں اس کی مثال ملتی ہے، حضرت عمرؓ نے مطلقہ بائنہ کی عدت کے نفقہ کے متعلق حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی روایت یہی کہہ کر رد کر دی تھی کہ ایک ایسی عورت کی بات جس کے بارے میں معلوم نہیں کہ اس نے صحیح کہا یا غلط اور یاد رکھا یا بھول گئی۔ اعتماد کر کے ہم کس طرح کتابؔ وسُنت کو نظر انداز کر دیں [2] اسی طرح ہم حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو دیکھتے ہیں کہ بعض فقہاء صحابہ کی تنہا روایت قبول کر لیتے ہیں اور بعض صحابہ کی روایت کسی تائیدی راوی کے بغیر قبول نہیں کرتے ہیں، دراصل بعینہٖ یہی طریق ہے جس کو حضرۃ الامام نے اپنے طریق استنباط میں اختیار کیا ہے۔

اور احناف کی اس اصل سے دوسرے فقہاء ومحدثین نے بھی فائدہ اُٹھایا ہے، چنانچہ غور کیجیے عبداللہ بن عبّاسؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ صاحبزادی رسولؐ حضرت زینبؓ کو آپؐ نے چھ سال کے بعد حضرت ابوالعاصؓ کی زوجیت میں نکاح جدید کے بغیر سابقہ نکاح ہی کی بناء پر دے دیا، حالانکہ درمیان میں چھ سال کا وقفہ ہوا جس میں ابوالعاص مشرک تھے گویا آپ نے مشرک کے باوجود رشتۂ نکاح باقی رکھا، اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے دوبارہ نئے مہر کے ساتھ دونوں کا نکاح فرمایا، اس دوسری روایت کے متعلق امام ترمذیؒ کا بیان ہے کہ سند کے اعتبار سے اس کی صحت مشکوک ہے۔ ھذا حدیث فی اسنادہ مقال لیکن عمل ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء کا بھی اسی پر ہے حدیث ابن عبّاس اجود اسناداً والعمل علی حدیث عمرو بن شعیب [3] یہاں دوسرے فقہاء ومحدثین نے بھی امام ابو حنیفہ رح ہی کے مزاج کے مطابق روایت کے رد وقبول میں درایت ہی سے

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ ۱/۲۲۱ [2] فتح القدیر ۴/۲۱۳ [3] ترمذی ۱/۲۱۷ مع العرف الشذی، باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدھما۔

کام لیا ہے۔

اجماع

فقہاء احناف نے "اجماع" کے باب میں بھی بعض ایسے قواعد مقرر کیے جن سے "اجماع" کا وقوع آسان ہوگیا ہے اور نسبتہً اجماعی احکام کی تعداد بھی بڑھ جاتی ہے، اجماع کے وقوع میں سہولت یُوں کہ تمام مجتہدین کی آراء سے صراحتہً آگاہ ہونا آسان نہیں، احناف کے نزدیک بعض مجتہدین کا کسی رائے کا اظہار کرنا اور دوسرے مجتہدین کا اس پر سکوت اختیار کرنا گویا عملاً دوسرے لوگوں کا اس رائے سے اتّفاق کرنا ہے اور یہ سکوت ہی اجماع کے انعقاد کے لیے کافی ہے، تاہم یہ "اجماع سکوتی" بہ مقابلہ "اجماع صریحی" کے کمتر ہے، اور بقول امام فخر الاسلام بزدویؒ خبر واحد کے درجہ میں ہے۔[1]

اجماعی احکام میں یُوں اضافہ ہوتا ہے کہ بعض صُورتوں میں اختلاف کے باوجود ایک طرح کا اجماع تسلیم کیا گیا ہے، چنانچہ اگر کسی مسئلہ میں پہلے سے فقہائ کے دو یا اس سے زیادہ اقوال ہوں تو اختلاف کے باوجود اس بات پر اجماع سمجھا جائے گا کہ اس کے سوا کوئی اور رائے اس مسئلہ میں قابلِ قبول نہیں ہوگی[2] اس پہلو کو سامنے رکھا جائے تو "اجماعی مسائل" کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوجائے گا۔

قیاس اور فقہ حنفی

فقہ حنفی میں قیاس کی طرف زیادہ توجّہ دی گئی ہو تو یہ چنداں قابلِ تعجب نہیں کہ ایک تو جیسا کہ مذکور ہُوا نئے مسائل اور حوادث و نوازل سے وہ زیادہ دوچار تھے اور ان کے حل کے لیے قیاس سے چارہ نہ تھا، دوسرے فقہ حنفی کو اس کے عہدِ تدوین ہی میں اتنے قابل ذہین اور فہیم شخصیّتیں مل گئیں کہ دوسرے دبستان فقہ کو غالبًا اس کے ابتدائی دَور میں اس درجہ کے ذہین و ذکی لوگ میسّر نہ آسکے، تیسرے کوفہ میں مختلف فرق باطلہ کے ظہور اور وضع حدیث کے فتنہ کی وجہ سے حدیث کو قبول کرنے میں حزم و احتیاط ضروری تھی اور ایسی صُورت میں قیاس کے بعد کوئی اور راہ نہ تھی، اسی لیے ابراہیم نخعی کہا کرتے تھے۔

قال الصحابی او التابعی اولٰی من ان یقول قال رسول اللہ خشیۃ الکذب علیہ۔[3]

"صحابی یا تابعی نے کہا، یہ زیادہ بہتر ہے۔ قال رسول اللہ صلعم کہنے سے، ابراہیمؒ یہ حضورؐ

---

[1] کشف الاسرار ۲/ ۱۸۰ [2] تیسیر [3] ابوحنیفہ ص ۳۳۱

پر کذب کے اندیشہ سے کہتے تھے۔

لیکن حنفیہ اپنے اس قیاس پر قابل امتنان اور سزاوار ستائش ہیں کہ انھوں نے قیاس کے ذریعہ نفس اور خواہشات کی اتباع نہیں کی بلکہ نصوص کے دائرہ عمل میں وسعت پیدا کردی، احناف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ نصوص دو طرح کی ہیں، ایک تعبدی ہیں، جن کا مقصد بن سمجھے اطاعت و تعمیل ہے، ان کی مصالح اور علتیں انسان کے دائرہ ادراک سے باہر ہیں، ان میں قیاس کی گنجائش نہیں چنانچہ عبادات سے متعلّق اکثر احکام اسی نوع کے ہیں، دوسرے وہ احکام ہیں جو "معلول" ہیں یعنی ان کی علت خود نصوص میں بتادی گئی ہیں اور اگر نہیں بتائی گئی ہیں تو عقل انسانی کے لیے اُن کے اسباب و علل کا ادراک ممکن ہے، ان کے احکام میں مجتہدان کے وجوہ و علل کا استخراج کرنے کے بعد دوسرے غیر منصوص مسائل میں بھی ـــــ جہاں جہاں یہ علتیں پائی جاتی ہوں ـــــ یہی حکم لگاتا ہے، اس طرح حقیقت پسندی کے ساتھ غور کیا جائے تو قیاس نصوص کی مخالفت اور اتباع رائے نہیں بلکہ احناف نے اس کو غیر منصوص مسائل تک نصوص کے احکام کو وسعت دینے کے لیے استعمال کیا ہے۔

بقیہ: تذکرہ ٹیپو مرحوم

کو اللہ تعالیٰ نے جن شاندار خاتمہ سے سرفراز فرمایا ہے یہ محض اس کا فضل و کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جیسا یا اس سے بھی بہتر خاتمہ جو اس کے علم میں ہے ہم کو بھی نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

حدیث شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو اطاعت کرنے والا بنا دیتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا وہ کیسے یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا کہ اس کو موت سے پہلے عمل صالح کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ (ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ)

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رضا کے مقام عالی سے سرفراز فرما کر اعلیٰ فردوس میں جگہ عطا فرمائے قبر کو جنّت کے باغوں میں سے باغ بنائے آخرت کی ہر ہولناکی سے مامون و محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔ قارئین کرام سے بھی اس کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی خصوصی درخواست ہے۔

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انك رءوف رحیم۔

دار الافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُالواحد
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیّہ

سوال: انجمن احیاء السنۃ باغبانپورہ لاہور کی جانب سے ایک کارڈ کی نشر و اشاعت کی گئی ہے جس میں نماز کے آخر میں سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ ذکر کیا گیا ہے۔ کارڈ کی عبارت درج ذیل ہے۔

"نماز کے آخر میں سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ جو میری سُنّت کو زندہ کرے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (مفہوم حدیث)

وَلَعَلَّہٗ یُرِیْدُ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بَیَانُ کَیْفِیَّۃِ السَّلَامِ ھٰکَذَا لَا بَیَانُ الْعَدَدِ وَالْکَیْفِیَّۃُ ھٰذِہٖ مِنْ اِبْتِدَائِہٖ تِلْقَاءَ الْوَجْہِ وَ اِنْتِھَائِہٖ فِیْ جَانِبِ الْیَمِیْنِ، ذَکَرَہٗ فِی "الْمَجْمُوْعِ" وَ "الْمُغْنِیْ" وَھُوَ الْمَعْمُوْلُ بِہٖ عِنْدَنَا ثُمَّ رَاَیْتُ التَّاوِیْلَ الْمَذْکُوْرَ فِی الْمُغْنِیْ (۱-۵۹۶) عَنِ ابْنِ عَقِیْلٍ فَقَالَ: یُسَلِّمُ تِلْقَاءَ وَجْہِہٖ" مَعْنَاہُ: اِبْتِدَا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ" یَکُوْنُ فِیْ حَالِ الْتِفَاتِہٖ (اَلْمُغْنِیْ صفحہ ۵۵۶ جلد ۱) معارف السُنن صفحہ ۱۱۰، جلد ۳ ۔ قَالَ ابْنُ عَقِیْلٍ یَبْتَدِیْ بِقَوْلِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اِلَی الْقِبْلَۃِ ثُمَّ یَلْتَفِتُ قَائِلًا، وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَیَسَارِہٖ لِقَوْلِ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ تِلْقَاءَ وَجْہِہٖ" مَعْنَاہُ اِبْتِدَا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ یَکُوْنُ فِیْ حَالِ الْتِفَاتِہٖ

اور شاید کہ ارادہ اُس کا یہ ہے کہ وہ اِس سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی کیفیّت بیان

کرے نہ کہ تعداد اور کیفیّت اس کی یہ ہے کہ ابتداء میں متوجّہ ہوگا قبلہ کی طرف اور اس کا اختتام کرے گا دائیں جانب، اس کا حوالہ 'مجموع' اور 'مغنی' میں ہے اور اس پر عمل ہے احناف کا۔ پھر مغنی میں اسی تفصیل کو مَیں نے دیکھا۔

حضرت ابن عقیلؒ فرماتے ہیں کہ "السّلام علیکم" قبلہ رُخ ہو کر کہے اور "ورحمۃ اللہ" دائیں، بائیں مُنہ پھیرتے وقت کہے۔

حضرت ابن عقیلؒ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم "السّلام علیکم" قبلہ رُخ ہی فرماتے تھے اور "ورحمۃ اللہ" کہتے ہوئے دائیں جانب اور پھر بائیں جانب چہرہ اقدس پھیرتے تھے۔

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم "السّلام علیکم" تو بالکل قبلہ رُخ ہو کر ناک کی سیدھ میں کہا کرتے تھے اور "ورحمۃ اللہ" دائیں اور بائیں جانب فرمایا کرتے تھے۔ المغنی، ص ۵۵۶، ج-۱"

سوال یہ ہے کہ کیا نماز میں سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ یونہی ہے جیسا کہ کارڈ میں پیش کیا گیا ہے اگر نہیں تو وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم ملهم الصواب حامدا ومصليا

سلام پھیرنے کے جس طریقے کی اشاعت کی جارہی ہے اور اُس کو مسنون کہا جارہا ہے حدیث میں اس طریقے کی صراحت ذکر نہیں بلکہ یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث کی تاویل کے تحت کیفیّتِ سلام کی ایک احتمالی صورت ہے جس کو ابن عقیل رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

کیفیّت سلام کے بارے میں حدیثوں سے دو طریقے ملتے ہیں:

① دائیں بائیں رُخ کرنے کے بعد سلام کہنا۔

② سلام کے کلمات کی ابتداء اس وقت کرنا جب چہرہ ابھی قبلہ رُخ ہو اور دائیں بائیں رُخ کرنے کے دوران ان کلمات کو مکمّل کرنا۔

کیفیّت سلام کا پہلا طریقہ

عن ابن مسعود قال ان رسول الله صلّى الله عليه وسلم كان يسلم عن يمينه السّلام عليكم ورحمة الله حتى يرى بياض خده الايمن وعن يساره السّلام عليكم ورحمة الله حتى يرى بياض خده

الاسیر (رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب سلام کہتے ہیں السّلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ آپ کے دائیں رُخسار کی سفیدی دیکھی جاتی تھی اور آپ بائیں جانب سلام کہتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ آپ کے بائیں رُخسار کی سفیدی دیکھی جاتی تھی)

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(کان یسلم) ای من صلاتہ حال کونہ ملتفتا بخدہ (عن یمینہ) ای مجاوزانظرہ عن یمینہ کما یسلم احد علی من یمینہ (مرقات ص ۳۵۴/۲)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام کہتے تھے اس حال میں کہ آپ اپنے رُخسار کے ساتھ دائیں جانب پھرے ہوتے تھے یعنی آپ اپنی نظروں کو دائیں جانب کیے ہوئے تھے جیسا کہ کوئی شخص اپنی دائیں جانب موجود شخص کو سلام کہتے ہوئے کرتا ہے۔

اسی طریقے کو جامع الرموز میں صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ثم یحول المصلی وجھہ اولا کما فی الحقائق حتی یری بیاض خدہ کما فی المبسوط ثم یسلم الامام (المصلی)، ... فیقول السّلام علیکم ورحمۃ اللہ (جامع الرموز ص ۱۶۱)	نمازی (امام)، پہلے اپنا چہرہ پھیرے جیسا کہ حقائق میں ہے یہاں تک کہ اُس کے رُخسار کی سفیدی دیکھی جائے جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ پھر امام سلام کرے اور کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

کیفیّت سلام کا دوسرا طریقہ

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ وسلم یسلم فی الصلاۃ تسلیمۃ تلقاء وجھہ ثم یمیل الی الشق الایمن شیئا (رواہ الترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سلام کہتے تھے سامنے کے رُخ پھر دائیں طرف کو کچھ رُخ پھیر لیتے تھے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ای یبدأ بالتسلیم محاذاۃ وجھہ قال ابن حجر ای یبتدأ بھا وھو مستقبل القبلۃ	یعنی سلام کو سامنے کے رُخ سے شروع کرتے تھے۔ ابن حجر نے کہا مطلب یہ ہے کہ سلام کی ابتدا کرتے تھے جبکہ آپ قبلہ رُخ ہوتے تھے۔

معارف السنن میں مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

و تأوّل فیہ بعض المتأولین بان البداءۃ کان بہ من تلقاء الوجہ ممتدا بہ الی الیمین ومثلہ ذکرہ فی الکوکب الدری ... والکیفیۃ ھذہ من ابتدائہ تلقاء الوجہ و انتہائہ فی جانب الیمین ذکرہ فی المجموع و المغنی وھو المعمول بہ عندنا (معارف السنن ص۱۱۰ ج۳)	بعض تاویل کرنے والوں نے یہ تاویل کی کہ ابتدا اس وقت ہو جب چہرہ قبلہ رُخ ہو اور اس کو دائیں جانب تک پھیلا دے۔ یہی بات الکوکب الدری میں بھی ذکر کی ہے . . . کیفیّت یوں ہے کہ سلام کی ابتدا سامنے کی طرف ہو اور انتہا دائیں جانب ہو۔ اسی کو مجموع اور مغنی میں ذکر کیا ہے اور اسی پر ہمارے ہاں عمل ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں طریقے حدیث سے ہی نکلتے ہیں، البتہ دوسرے طریقے میں یہ فائدہ بھی ہے کہ اس میں پہلی یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے معارف السنن میں مولانا بنوری رحمہ اللہ نے وھو المعمول بہ عندنا کہہ کر اس طریقے کو ترجیح دی ہے۔

رہی سلام کی وہ کیفیّت جو مغنی میں ابن عقیل سے مذکور ہے اس میں اس حد تک تو اتّفاق ہے کہ ابن عقیل رحمہ اللہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اسی تاویل کو اختیار کیا ہے جو الکوکب الدری میں مذکور ہے لیکن اس تاویل کے تحت کیفیّت سلام کی جو مکمل صُورت اُنھوں نے ذکر کی ہے مولانا یُوسف بنوری رحمہ اللہ نے معارف السنن میں اس کو اختیار نہیں کیا ہے یعنی یہ کہ السلام علیکم کے کلمات تو قبلہ رُخ ہوتے وقت کہے جائیں اور صرف ورحمۃ اللہ کے کلمات، دائیں بائیں رُخ کرتے ہُوئے کہے جائیں اسی وجہ سے اُنھوں نے معارف السنن میں اس کو ذکر بھی نہیں کیا۔

غرض ابن عقیل رحمہ اللہ کی ذکر کردہ کیفیّت (سلام) کو مولانا بنوری رحمہ اللہ نے وھو المعمول بہ عندنا نہیں کہا بلکہ تاویل سے اتّفاق کرتے ہُوئے اس سے کچھ مختلف کیفیّت کو اختیار کیا ہے یعنی چہرہ ابھی قبلہ رُخ ہو کہ سلام کہنا شروع کرے خواہ اس حالت میں آدھے لفظ ہی کی ادائیگی کی ہو اور پھر رُخ پھیرنے کے دوران کہتا جائے اور انتہا دائیں یا بائیں رُخ ہونے پر ہو۔ اسی کو انھوں نے وھو المعمول بہ عندنا کہا ہے اور اسی کا قول ابن حجر اور ملا علی قاری رحمہما اللہ نے کیا ہے۔

(بقیہ ص۶۳ پر)

محمدؒ عابد
متعلم جامعہ مدنیہ

اخبار الجامعۃ

○ ۲۹ شوال المکرم، ۳۱ مارچ بروز جمعہ پیر منظور احمد صاحب (سیالکوٹ والے) جو کئی دنوں سے صاحبِ فراش تھے۔ انتقال فرما گئے، اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔ پیر صاحب مرحوم کے جنازے میں شرکت کے لیے نائب مہتمم مولانا سیّد محمود میاں صاحب سیالکوٹ تشریف لے گئے۔

○ ۵ ذیقعدہ۔ بعد از نمازِ عشاء ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جامعہ تشریف لائے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہم مولانا محمد خان صاحب شیرانی اور نائب مہتمم مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے ملاقات کی۔ نظامِ اسلامی سے متعلّق مذاکرہ ہُوا اور انھوں نے سیّد مقصود میاں (ڈیپو) رحمہ اللہ کی وفات پر اظہارِ افسوس بھی کیا۔

○ ۷ ذیقعدہ کو حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مدظلہم خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بہاولپور سے تشریف لائے اور جامعہ میں تین روز قیام فرمایا۔

○ ۸ ذیقعدہ کو جمیعت علماء اسلام پنجاب کے صدر حضرت مولانا عبداللہ صاحب مدظلہم تشریف لائے اور جامعہ میں چار روز قیام فرمایا۔

○ ۱۰ ذیقعدہ بروز منگل جامعہ کی وسیع و عریض مسجد میں تقسیم انعامات کی تقریب منعقد ہُوئی جس میں سالانہ امتحان منعقدہ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ میں کامیاب ہونے والے طلباء کو انعامات دیے گئے تقریب کا آغاز دورۂ حدیث شریف کے طالب علم جناب محمد عمران صاحب کی تلاوت کلامِ پاک سے ہُوا تلاوت کے بعد حضرت مولانا محمدؒ قاسم صاحب مدظلہم العالی استاذ الحدیث، جامعہ مدنیہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مدظلہم العالی خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب صدر جمیعت علماء اسلام پنجاب نے مختصراً بیان فرمایا۔ بیانات کے بعد مولانا رحمت اللہ صاحب

مدظلہم العالی نے کامیاب ہونے والے طلباء میں انعامات تقسیم فرمائے اور آخر میں جامعہ کی ترقی اور طلباء کی تعلیم میں کامیابی کی دُعا فرمائی۔

اس سال جامعہ کے تحریری امتحان کا اجمالی جائزہ۔

کل شرکاء: ۱۳۰، ممتاز: ۵۸، جید جدًا: ۲۶، جید: ۲۴، مقبول: ۱۵، راسب (رفیل): ۷،

درجۂ کتب بشمول شعبۂ تجوید و قراءتِ متواترہ کے قابلِ انعام طلبہ: ۱۵

درجۂ حفظ کے قابلِ انعام طلبہ: ۱۴

درجۂ ناظرہ کے قابلِ انعام طلبہ: ۳

○ ۱۲ ذیقعدہ کو حضرت مہتمم صاحب پیر منظور احمد صاحب مرحوم کی وفات پر تعزیت کے سلسلہ میں سیالکوٹ تشریف لے گئے اور اگلے دن واپس تشریف لائے۔

بقیہ: دار الافتاء

لہٰذا جبکہ لوگوں کا عمل حدیث پر ہی ہے تو اس کے مقابلہ میں ابن عقیل کی ذکر کردہ کیفیّت کو مسنون طریقہ بتانا اور اس کی اشاعت کرنا کوئی مفید کام نہیں بلکہ لوگوں میں تشویش اور انتشار کا باعث ہے جس سے پرہیز ضروری ہے سو شہیدوں کا ثواب اس سُنّت کو زندہ کرنے میں ملتا ہے جس کے مقابلے میں بدعت رائج ہوگئی ہو اور جہاں ایک حدیث کی جگہ دوسری حدیث پر عمل ہو رہا ہو یا حدیث کی ایک احتمالی صُورت کی جگہ دوسری احتمالی صُورت پر عمل ہو رہا ہو تو وہ موقع اس فضیلت کا محل نہیں ہے۔

فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

عبد الواحد

انوارِ مدینہ

نہ پہنچنے یا تاخیر سے پہنچنے کی شکایت حافظ محمد یعقوب صاحب خادمِ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے کی جائے، خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

(ادارہ)

"ہے کوئی اِس جیسا شربت تو بتائیں؟"
قرشی
جامِ شیریں
" خالص قدرتی اجزاء کے عرقیات سے تیار۔ پانی میں فوراً حل ہوجاتا ہے اور طبیعت میں بھاری پن نہیں لاتا۔ اور ہاں ... اس میں عرقِ صندل بھی شامل ہے جو گرمی میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا مزہ مجھے کیا سارے گھر کو بے حد پسند ہے!"
شربت
جامِ شیریں
100 فیصد خالص 100 فیصد تسکین

MPL

بندوبست کیا جارہا ہے۔ جو حضرات حصّہ لینا چاہیں

فوری طور پر رابطہ فرمائیں

الداعی

مولانا شیر محمّد۔ قاری غلام رسول منشی محمّد یونس
مدینہ مسجد کریم پارک لاہور، فون ۲۰۱۰۸۶

نوٹ

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف آپ کا اپنا مدرسہ

جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

جَامعہ مَدنیّہ رجسٹرڈ

کے لیے

لاہور شہر میں قربانی کی کھالوں کے مراکز

○ جَامعَہ مَدَنِیّہ : مدینہ مسجد، کریم پارک، لاہور۔

○ مولوی نعیم الدین : احمد پارک، موہنی روڈ، لاہور۔

○ علیؓ مسجد : چوک موہنی روڈ، لاہور

○ بیرون مسلم مسجد : سرکلر روڈ، چوک انارکلی، لاہور

○ جامع مسجد نئی انارکلی (حاجی رحمت اللہ والی)

○ حاجی محمّد شریف وحبیب صاحب : مین بازار، پُرانی انارکلی، لاہور۔

○ جامع مسجد خضراء : سمن آباد، لاہور

○ بالمقابل جامع مسجد عکس جمیل : سمن آباد، لاہور۔

○ جامع مسجد بلالؓ : نزد پہلا گول چکر، سمن آباد، لاہور

○ لال جامع مسجد : رائفل رینج، چوبرجی، لاہور

○ جامع مسجد حنفیّہ : دیانند روڈ، اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور

○ جامع مسجد غنی : غنی محلّہ، سنت نگر، لاہور

○ جناب مولوی منظور الٰہی : خطیب جامع مسجد محمّدیہ، مسلم کالونی، مسلم پارک، راج گڑھ، لاہور۔

—— کراچی میں ——

○ جناب قاری شریف احمد صاحب : خطیب سٹی اسٹیشن سے رجوع کریں۔

○

نوٹ : کھال فروخت کر کے قیمت بھی ارسال کی جا سکتی ہے۔ فون نمبر ۲۰۱۰۸۶
۲۰۹۰۵۲

○